(سلسلۂ ندوۃ المصنفین)

(۵۷)

تاریخ ملت

جلد نہم

تاریخِ صقلیہ

اسکولوں اور مدرسوں کے طلبہ اور عام بچوں اور
بچیوں کے لیے صقلیہ کے عہدِ اسلامی کی تاریخ

از

مفتی انتظام اللہ صاحب شہابی اکبرآبادی

ندوۃ المصنفین اردو بازار جامع مسجد
دہلی

بار اوّل

ذی قعدہ سنہ ۷۳ھ — جولائی سنہ ۱۹۵۴ء

قیمت غیر مجلد — ایک روپیہ بارہ آنے

قیمت مجلد — دو روپیے

مطبوعہ یونین پریس دہلی

فہرست مضامین

جغرافیۂ صقلیہ

بحیرۂ روم میں بہت سے جزائر واقع ہیں جیسے کورسکا، سارڈینیا، سسلی (صقلیہ) وغیرہ۔ جزیرۂ صقلیہ ایک مثلث کی شکل میں اٹلی کے جنوب میں واقع ہے اور ان تمام جزیروں میں جو آج کل اٹلی کے ماتحت ہیں سب سے بڑا اور بالکل اسی کے ساتھ لگا ہوا ہے۔

محققینِ علم الارض کا خیال ہے کہ کسی زمانہ میں وہ خشکی کے ساتھ ہی لگا ہوا تھا، متواتر زلزلوں سے سسلی کی سرزمین سر سے پا تک ہل گئی جس کی وجہ سے اس کی سطح زمین سے جدا ہو گئی اور اس کی شکل جزیرہ کی سی بن گئی۔

تقسیم ملکی اور رقبہ سطح و طول و عرض

اس جزیرہ کی مساحت تقریباً دس ہزار میل مربع ہو گی آج کل اس جزیرہ کی تقسیم اقضیہ و نواحی میں کی گئی ہے۔

صوبہ صقلیہ

اسماء قسمت	مساحت	اقضیہ (ضلع)	نواحی (تعلقہ)
کلتانیستا	۱۴۵۵	۳	۲۸
قطانیہ (کاتانیا)	۱۹۷۰	۴	۶۴

اسماء قسمت	مساحت	اقضیہ (ضلع)	نواحی (تعلقہ)
گرجنتی (جرجنتی)	۱۴۹۱	۳	۴۱
مسینا	۱۷۶۸	۴	۹۹
پلرمو (بلرم)	۱۹۶۴	۴	۷۶
سرقوسا (سیراکیوسا)	۱۴۲۹	۳	۳۲
ترابانی	۱۲۱۴	۳	۲۰ [1]
	۱۱۲۹۱		

صقلیہ کی آب وہوا پاکیزہ ہے۔ زمین کی زرخیزی میں مثل اٹلی کے ہے متواتر زلزلوں سے کچھ حالت میں فرق آگیا ہے مگر بہت کچھ زرخیزی اب بھی پائی جاتی ہے

صقلیہ کی وجہ تسمیہ

سِسلی کے قدیم باشندے جنہوں نے اس کو آباد کیا وہ سیکان اور سِکُل قومیں تھیں جو یونانی تلفظ میں سیکانی اور سیکلی کہی جاتی تھیں، امتداد زمانہ سے زبان کے تغیر و تبدل کی وجہ سے انکے رہنے کی جگہ کو سیکیلیہ پھر سِسلا اور سِسلی کے نام سے پکارا جانے لگا۔ عربوں کے زیرِ علَم آکر سِسلی، صقلی کے نام سے شہرت پذیر ہوا۔ غرضکہ سکیلیہ کا معرب صَقِلیہ ہے۔ مسلم جغرافیہ نویس اصطخری، بلاذری کی تصانیف میں ص کے بجائے س سے سَقلیہ مذکور [2] ہے۔ مگر یاقوت حموی صقلیہ

---

[1] دائرۃ المعارف [2] فتوح البلدان ص ۲۳۵

ہی لکھتا ہے مگر ص کو کسرہ یعنی زیر کے ساتھ تحریر کرتا ہے یعنی صِقلیہ۔[1]

صقلیہ کی قدیم تاریخ

صقلیہ کی قدیم تاریخ پر جو کچھ اب تک تحقیق ہوا ہے اس کا خلاصہ تحریر کیا جاتا ہے۔

مسٹر بورنے جو زمانہ قریب کا ایک مشہور جرمن مورخ ہے اٹلی کی قدیم تاریخ کی نسبت بہت کچھ تحقیقات کی اور بڑی دقتوں کے بعد کچھ کچھ پتہ لگایا ہے اس تمام تحقیق کا نتیجہ جو ہمارے سامنے ہے صرف اسی قدر ہے کہ دوسرے ممالک کی طرح سرزمین اٹلی میں بھی قدیم زمانے میں مختلف قومیں آباد تھیں جو ایک دوسرے سے مغائر تھیں اور ان کے باہم اغراض بھی اس قدر مختلف و متبائن تھیں کہ ان میں بہت کم صلح قائم رہ سکتی تھی۔

سیکل یعنی سیکائی قوم

سسلی (صقلیہ) میں سیکائی نام کی ایک قوم رہا کرتی تھی، اور بیان کیا گیا ہے کہ یہ لوگ اسپینی الاصل تھے۔

اس زمانے کے واقعات نامعلوم ہیں اور ہم کو سمجھ لینا چاہیے کہ ان کی حالت ویسی ہی تھی جیسی کہ اس زمانے کے باشندگانِ ہند کی۔

---

[1] معجم البلدان۔ ج ۵۔ ص ۴۲، ۴۳

محققینِ سرگزشت انسانی نے اسبات کو بڑے شد ومد کے ساتھ ثابت کردیا ہے کہ وہ تمام قوی سے قوی تمدن جواب تک دنیا میں پیدا ہوئے ہیں اور وہ عظیم الشان ترقی جو انسان نے زمانۂ تجربہ سے لے کر حال کے ایجاد واختراع تک کی ہے وہ سب ضرورت کی بنا پر متفرع ہے تاریخِ عالم کے مطالعہ کے وقت اس اصول کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے کہ ایک قوم میں سے چند روز کے بعد چند اشخاص کا ہجرت کر جانا اور اپنے لیے نئی جگہ بود وباش کی غرض سے تلاش کرنا اور ان موانع کو دور کرنا جو اس کے راستے میں حائل ہوں، پھر رفتہ رفتہ ایک تمدن قائم کرنا ان سب باتوں کی وجہ خود بخود سمجھ میں آجاتی ہے۔ اس مقام پر ہم کو اس اصول پر تفصیلی بحث کی ضرورت نہیں ہے، اور ہماری غرض صرف اس قدر ہے کہ اس ضرورت کے قاعدہ نے ۱۳۹۳ء قبل مسیح میں ایک قوم جو تاریخ میں ایتروسکیون کے نام سے مشہور ہے سسلی میں آنے کے لیے مجبور کیا۔

ایتروسکی قوم

اس نئی قوم کے بارے میں بھی جو اب سسلی میں آئی تھی بہت کچھ اختلاف کیا گیا ہے، اور جس طرح موسیو لیبان نے قدیم زمانے کے عربوں کی نسبت یہ رائے دی ہے کہ یمن میں اس قسم کے آباد وآراستہ شہر موجود تھے جیسے مصرِ قدیم میں تھے اور ان کا تمدن اعلیٰ درجہ کا تھا۔ ان کی عماراتِ دیرینہ گرد روزگار کے نیچے دبی ہوئی پڑی ہیں اور جس طرح کہ بابل ونینوا کے ویرانوں نے

برسوں انتظار کیا یہ بھی آثارِ قدیمہ کے کسی محقق کا انتظار کررہی ہیں"۔ اسی طرح سے تاریخِ قدیم کا مصنف ان ایتروسکیوں کے بارے میں یہ رائے دیتا ہے کہ وہ محققین جنہوں نے دنیا کے قدیم سے قدیم لغات کے چہرے سے نقاب ہٹا دیا (چنانچہ مصری ہیرگلیفی اور اشوریوں کا خط پیکانی جس کے جاننے والے بھی اسی طرح مٹی کا ڈھیر ہو چکے تھے جس طرح وہ اقوام۔ ان علماء کی کوششوں کی بدولت پڑھ لیا جانے لگا) ابھی تک ان بے شمار آثارِ قدیمہ سے جو ایتروسکیوں نے چھوڑے ہیں اور ان کی زبان سے جو اٹلی کی کسی اور قوم کی زبان سے مطلق مشابہت نہیں رکھتی بالکل بے خبر ہیں"۔ غرض کہ کہا جا سکتا ہے کہ ایتروسکیوں کی زبان میں ایک عظیم الشان بھید ہے جو اسی وقت ظاہر ہوگا جبکہ کوئی مبصر آثارِ قدیمہ ان کے اصلی گزرے ہوئے واقعات کو کھنڈروں کی زبانِ حال سے سُن کر ہمارے سامنے پیش کریگا۔ جو کچھ ہم کو اب تک صحیح طور پر معلوم ہوا ہے اور جو مورخین نے تسلیم کیا ہے وہ یہ ہے کہ اس قوم کی اصل غالباً کوہ الپس میں دریائے راین کے منبع کے قریب شمالی جانب تھی اس کا پہلا نام راس یا راسینی قوم بھی تھا۔ کسی ضرورت سے راسینی قوم اپنا اصلی وطن چھوڑنے پر مجبور ہوئی اور اس نے الپس کے کنارے کنارے چلتے ہوئے "نہر پو" کی وادی کے قریب اپنے ڈیرے ڈالے اور ایک زمانہ تک یہیں مقیم رہی۔ چند روز کے بعد ایک اور قوم یعنی گال والوں نے ان پر حملہ کیا۔ "راسینی" مجبور ہوئے کہ یہاں سے بھی اپنا ڈیرہ اٹھالیں، اب ▪ جنوب کی طرف بڑھے اور چلتے چلتے اس مقام پر پہنچے جو انہی کی یادگار میں آج تک جغرافیہ میں ایتروریا کے

نام سے مشہور ہے۔ انہوں نے اس قوم کو جو پہلے یہاں بستی تھی اور ترینین کے نام سے مشہور ہے مغلوب کر دیا اور خود ان کی جگہ لی۔ سرزمین ایتردریا جو جزیرہ نمائے اٹلی کا شمال مغربی حصّہ ہے اور کوہ اوپینین اور سمندر کے کنارے کنارے جنوب میں نہر ٹائبر تک بڑھتی چلی گئی ہے، اب اپنے نئے فاتحوں کے زیر قدم ان تمام بزرگیوں کا سرچشمہ بن گئی جن کی ایک ایسی نئی مہاجر قوم سے اُمید کی جا سکتی ہے جس نے ابھی ابھی فتحمندی حاصل کی ہو اور ان کا جوش ابھی سرد نہ ہوا ہو۔ چند ہی دنوں میں ایتردریا میں بجائے راسینی خانہ بدوش قوم کے ایک ایسی قوم نظر آنے لگی جس نے ایک حد تک تمدن کا بلند مرتبہ حاصل کر لیا تھا۔ اس قوم نے بہت سے شہر بسائے تھے جن میں سے بارہ شہر بہت ہی مشہور تھے۔ ان کے مٹے مٹائے آثار قدیمہ اب تک دنیا کو اپنے بانیوں کی یاد دلا رہے ہیں[۱]۔

قدرت نے بہت جلد ایتروسکیوں کو مجبور کر دیا کہ وہ اور آگے اپنا قدم بڑھائیں اور اپنی نئی نسل جس کے لیے ایتردریا کی سرزمین اب تنگ ہونے لگی تھی اور کوئی جگہ ڈھونڈھ نکالیں چنانچہ وہ سسلی میں جو ان کے ملک کے قریب تھا پہنچ گئے اور چونکہ سسلی کی وسیع زرخیز زمین میں ابھی تک انسان کا وہ خلفشار پیدا نہ ہوا تھا۔ جو جنگ و جدال کا باعث ہوا کرتا ہے، لہذا بہت جلد یہاں ان کے قدم جم گئے اس زمانہ میں سسلی کی حالت وہی سادہ حالت تھی جو تمام گزشتہ قدیم قرنوں کی ہوا کی ہے اور جس کی وجہ سے انسان کی زندگی میں ان تکلفات کی ضرورت نہیں پڑتی جو تمدن کی بنیاد قائم کرتے ہیں۔

۱؎ سسلی کے حالات معارف سنہ ۱۸۹۹ء صفحہ ۲۵۲

فنیقین

چند روز کے بعد سسلی میں ایک نئی قوم آباد ہوئی جو ان قوموں سے جو اب تک سسلی میں تھیں بالکل جدا اور سسلی سے بہت دور ملک شام کی رہنے والی تھی۔ یہ قوم جس کو فنیقین کے نام سے پکارا جاتا ہے، ان مختلف قبائل میں سے جو ملک شام میں بستے تھے کنعانیوں کی قوم اور بنی کوش میں سے تھی اس قوم کا اصلی وطن خلیج عجم کے کناروں پر تھا۔ جہاں پر بنی کوش نے سکونت اختیار کی تھی اور غالباً بحرین ان کا مستقر تھا۔ سمندر کے کنارے رہتے ہوئے جہاز رانی ان کی طبیعت کا جزو ہو کر رہ گئی تھی، اور اسی سے آئندہ چل کر سارے عالم میں ان کی دھاک بندھ گئی تھی۔

غالباً ۲۳۰۰ قبل مسیح میں جبکہ ایک اور قبیلہ نے ان کو تنگ کرنا شروع کیا یہ لوگ اپنے اصلی وطن سے سوریہ میں گئے اور اس بحر پسندی کی وجہ سے جو ان کی سرشت میں داخل ہو گئی تھی، یہاں کے سواحل کی سکونت اختیار کی، وہ رقبہ جو اُن کے قبضہ میں تھا اس کی مقدار بہت ہی کم تھی اور وہ صرف یافہ سے لاذقیہ تک ہی محدود تھا۔ بجز ان سواحل کے جو پہاڑوں اور سمندر کے مابین واقع ہے، اور کوئی سرزمین نہ تھی۔ اس رقبہ کے کم ہونے کی وجہ سے وہ انتظامی امور میں مشہور نہ ہوئے۔ ہر شہر کی حکومت جدا جدا تھی جن میں سے مشہور صور صیدا، بیروت وغیرہ ہیں ان کی جو کچھ شہرت ہے وہ ان کی بحری سفروں اور بحری تجارت کی وجہ سے ہے جس کے ذریعہ تمام دنیا میں ان کا ڈنکا بج گیا،

اور ساری دنیا کی تجارت ان کے ہاتھ میں آگئی اور گو وہ اب ان اقوام کے زمرہ میں شامل ہو گئے ہیں جن کو موت کے زبردست ہاتھ نے دنیا سے فنا کر دیا ہے مگر ان کی بحری طاقت، ان کی مشہور تجارت اور ان کی تمدن کی ترقی اب بھی تاریخ کے صفحوں پر آب و تاب کے ساتھ چمک رہی ہے۔ چونکہ ان کی تجارت سارے عالم میں پھیلی ہوئی تھی۔ لہذا ان کا اثر بھی بہت جلد دوسری اقوام میں پھیل گیا۔ اور بہت جلد ان کی نو آبادیاں بھی قائم ہو گئیں جس کی ضرورت کو ملک کے رقبہ کے کم ہونے نے اور زیادہ کر دیا تھا۔ ان نو آبادیوں میں سے قرطاجنہ (کارتھیج) کے سوا سب میں زیادہ مشہور ہے اور جس کا ذکر آئندہ آئیگا۔ قبرس فنیقیا وغیرہ بھی مشہور ہیں۔

سسلی میں بھی انہوں نے چند شہر بسائے جیسا کہ ایتروسکیوں کو اس نے بہت خوشی سے اپنی سرزمین میں آنے کی اجازت دے دی تھی اسی طرح فنیقین سے بھی اس نے کچھ مزاحمت نہ کی۔ اس متمدن قوم کے زیر سایہ سسلی نے بھی بہت جلد ترقی شروع کی۔ قدیم سادہ حالتیں ضرورتوں سے مبتدل ہو گئیں اور مختلف اقوام مل ملا کر ایک قوم بن گئیں اور یہ کہنا صحیح ہو گا کہ سسلی نے اب دوسرا جنم لیا، اور وہ بھی اس رفتار ترقی میں شامل ہو گئی جس پر تمام دنیا کے اقوام و ممالک کاربند ہوتے چلے آئے ہیں۔

یونانی

قدرت کے مضبوط قاعدوں کے مطابق جب فنیقیہ کا زوال شروع

ہو گیا تو اس کی جگہ دوسری اقوام نے لے لی جن میں سے یونانی زیادہ مشہور ہیں۔ انہوں نے بحری طاقت میں فنیقون کا مقابلہ کرنا شروع کیا اور بہت جلد عظیم الشان ترقی کر لی۔ ایسی صورت میں ممکن نہ تھا کہ وہ تمام ضرورتیں جو اقوام دنیا کو پیش آتی رہتی ہیں یونانیوں کو پیش نہ آتیں چنانچہ یونانی بھی مجبور ہو گئے کہ اپنی نوآبادیاں بسائیں۔ سسلی کی شہرت اس وقت میں اس قدر ہو چکی تھی کہ ممکن نہ تھا کہ یونانی مہمبروں کی آنکھ اس پر نہ پڑے، چنانچہ ۷۳۶ء قبل مسیح میں باشندگان نکسوس اور خلکس نے سسلی کے مشرقی کناروں اور کوہ اتنا کے قریب جو اب تک ہر نو وارد کا بہت خوشی سے خیر مقدم کیا کرتے تھے اپنے جہاز آتارے اور اسی مقام پر ایک شہر بسایا جو یونانیوں کا سسلی میں سب سے پہلا شہر تھا۔ اس شہر کا نام انہوں نے اپنے اصلی وطن کی یادگار میں نکوس رکھا۔ اب یونانیوں کا رستہ کھل گیا۔ دوسرے سال اور نئے لوگ آئے جنہوں نے سرقوسا (سرقوسہ) بسایا۔ اس شہر نے آئندہ چل کر سسلی کی تاریخ میں بہت شہرت حاصل کی۔ چالیس سال کے بعد ایک نئی یونانی قوم آئی جس نے جنوب مغربی حصے میں اپنے قدم جمائے اور شہر جیلا بسایا۔ غرضکہ یونانی مہاجرین کی تعداد دن بدن بڑھتی گئی اور ان کے بسائے ہوئے شہر بھی سسلی میں بڑھنے لگے۔ ان سب شہروں میں سب سے بڑا شہر سرقوسا تھا۔ اس کو یونانیانِ سسلی کا صدر مقام کہنا بجا ہے۔

سرقوسا کی ریاست

سرقوسا والوں نے بہت کچھ ترقیاں کی اور جیسا کہ قاعدہ ہے بہت جلد انہوں نے یونان کا جوا اپنے کاندھے پر سے اتار دیا۔ ۵۲۳ قبل مسیح میں یہاں خود مختار حکومت بن گئی۔ سسلی کی سرزمین میں یہ خود مختار ریاست تھی جو قائم ہوئی، گویا تمدن کے پہلے زینہ پر اس نے قدم رکھا۔ اس حکومت نے بہت جلد ان تمام یونانیوں کے شہروں پر جو سسلی میں بسائے گئے تھے قبضہ کر لیا چنانچہ ۴۸۶ قبل مسیح تمام مخالف شہروں پر قبضہ کر لیا گیا اگر کسی نے ذرا بھی مخالفت کی اس کو جڑ سے اکھاڑ دیا۔ یہ گویا سسلی کی پاک وصاف زمین میں پہلی خونریزی تھی۔ انسانی ضرورتوں کی بدولت یہ ملک گیری کے خیال سے عمل میں آئی اور بت پرستوں کے خیال کے مطابق انسانوں کی بھینٹ دے کر سسلی کی زمین کو آئندہ کے قابل بنایا گیا۔ اس زمانہ میں سسلی روز افزوں ترقی پر تھی۔ زمین کی زرخیزی کی انتہا نہ تھی۔ چونکہ اس میں ابھی ابھی زراعت شروع کی گئی تھی، لہذا بغیر کسی سخت محنت کے بہت آسانی کے ساتھ زمین کی پیداوار ہو جایا کرتی تھی[۱]

سرقوسہ کا بندرگاہ تجارت کے لحاظ سے یورپ کی منڈی تھا۔ ممالکِ مشرقیہ سے جو اس زمانہ میں تمدن کے مرکز تھے، یہاں ہر قسم کا سامان آیا کرتا تھا اور یہیں سے بلادِ مغرب میں اس کی فروخت ہوا کرتی تھی۔ ملک کا انتظام انہی جمہوری اصول

---

[۱] تاریخ سسلی صفحہ ۱۳۱۔

پر تھا جن پر یونانی عمل کرتے تھے، ملک کے مختلف فرقے بنائے گئے تھے، ایک فرقہ خاص تھا جو بہ منزلہ امراء کے تھا، ان کے سوا صنّاع۔ تجّار، مزارعین کے طبقے تھے۔ باعتبار آمدنی کے الگ الگ طبقے تھے۔ جن میں سے فوج کے لیے لوگ منتخب کیے جاتے تھے، مگر ملک کا انتظام درحقیقت خاص لوگوں کے ہاتھ میں رہا کرتا تھا اور بڑے بڑے عہدوں پر وہی مامور ہوتے تھے۔

جس وقت یونان میں امراء اور عوام کے درمیان فسادات ہوئے ہیں، اس کے چند روز بعد ۴۹۵ ق م میں سسلی میں بھی یہی فسادات ان دونوں فرقوں میں رونما ہوئے۔ عوام نے ایکا کر کے امراء کو شکست دیدی، اور ان لوگوں نے بھاگ کر جیلو کے پاس پناہ لی جو شہر جیلا کا حاکم تھا۔ جیلو جو ایسے موقعے کو تاک ہی رہا تھا بہت خوشی سے ان کی درخواست منظور کی، سرقوسہ پر حملہ کیا گیا اور امراء پھر ملک میں آ گئے، مگر جیلو نے خود مختار ریاست قائم کی اور خود بادشاہ بن بیٹھا۔ ملک میں اس تغیر سے جواب ہوا تھا اور ترقی بڑھ گئی سرقوسا تمام یونانی شہروں کا پھر صدر مقام بن گیا اور جن شہروں نے بغاوت کی تھی وہ ازسرنو مطیع کر لیے گئے اور سرقوسا کی عظمت و شوکت اور بھی زیادہ ہو گئی۔

جیلو جواب فرمانروائے سرقوسا بن گیا تھا ایک اعلیٰ درجہ کا منتظم و مدبر شخص تھا، اس کی بیدار مغزی کی شہرت اب یونان میں بھی پہنچنے لگی اور اس کی شہرت کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ جس وقت ۴۸۰ ق م میں ایرانیوں نے یونان پر حملہ کرنا چاہا تو یونانیوں نے جیلو سے مدد مانگی جیلو نے اس درخواست کے جواب میں یہ لکھا " اگر مجھے یونانی فوج یا یونانی بیڑہ جہازات

پر کمانڈر بنایا جائے تو میں تمہاری درخواست قبول کر سکتا ہوں" چنانچہ یونانیوں نے اس کے کمانڈر بنانے سے انکار کیا لہذا جیلو نے بھی یونانیوں کو کوئی مدد نہ دی، مگر چند روز کے بعد اس کو ایک اور زبردست غنیم سے مقابلہ کرنا پڑا۔ یہ غنیم قرطاجنی تھا۔

قرطاجنہ

کارتھیج یا قرطاجنہ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے فنیقین ہی کی نو آبادی تھی، جس کو انہوں نے ۸۶۰ ق م میں موجودہ ٹیونس کے قرب وجوار میں بسایا تھا۔ قانونِ قدرت کے مطابق بہت جلد وہ فنیقیہ والوں سے جدا ہو گیا۔ اور جداگانہ سلطنت کی بنیاد ڈالی جو تاریخِ عالم میں ایک ممتاز رتبہ رکھتی ہے۔ کارتھیج والوں نے نہ صرف سواحلِ افریقہ پر قبضہ کر لیا بلکہ بحیرۂ روم کے جزیروں پر بھی وہ اپنا دستِ طمع بڑھانے لگے۔ چنانچہ بہت سے مقامات ان کے قبضہ میں آ گئے۔ اسپین اور کورسیکا ان کی تجارتی منڈیاں تھیں جن کے ذریعہ سے یورپ کی تجارت ان کے قبضہ میں تھی۔

یونانیوں اور قرطاجنوں کے محاربات

چھٹی صدی قبل مسیح میں قرطاجنوں کی طاقت کمال کو پہنچ گئی تھی، اور بحیرۂ روم کے بہت سے جزیروں پر قبضہ کرتے ہوئے وہ اب سسلی کے قریب پہنچ گئے تھے۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اس وقت سسلی کی حالت

کیسی عمدہ تھی، اس کا عمدہ موقع پر ہونا اس کی زرخیزی ایسی چیزیں تھیں جنہوں نے قرطاجنوں کو بھی اس میں اپنے قدم جمانے کے لیے آمادہ کر دیا۔ مگر اب وہ سسلی نہ رہی تھی جو ہر نووارد کو خوشی کے ساتھ اپنے آغوشِ عاطفت میں لے لیا کرتی تھی اس میں تمدن قائم ہو گیا تھا اور ایک مستقل حکومت قائم تھی جس پر ایک زبردست شخص بیدار مغز حکمراں تھا۔ اس لیے قرطاجنی آسانی سے اس میں قدم نہ جما سکے بلکہ ان کو بزور شمشیر اس میں داخل ہونے کی ضرورت ہوئی۔ چنانچہ ۴۸۰ ق م قرطاجنی سپہ سالار ہملکار تین لاکھ فوج کے ساتھ پنورمس میں آ پڑا جو جزیرہ کے شمالی جانب واقع تھا۔ پنورمس میں اپنا قبضہ جمانے کے بعد وہ آگے بڑھا اور ہمرا کا محاصرہ کر لیا جو یونانیوں کے ماتحت تھا فرمانروائے سرقوسا جیلو بھی ہمرا کو بچانے کے لیے اپنی پچاس ہزار فوج لے کر قرطاجنوں کے سامنے آ پڑا اس وقت کارتھج والوں کی فوج شمار میں تین لاکھ تھی۔ جیلو کی شہرت میں یکایک عظیم الشان اضافہ ہو گیا کیونکہ اس نے اس زبردست فوج کو شکستِ فاش دیدی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کارتھج والوں کو اپنے بیشمار مقتولین جن میں ان کا کمانڈر ہملکار بھی شامل تھا ہمرا کے میدان میں چھوڑ کر سسلی خالی کر دینی پڑی پھر ایک مدت تک ان کا حوصلہ نہ ہوا کہ سسلی کا رُخ کریں۔ بلکہ وہ اپنے افریقہ کے مہمات میں مصروف ہو گئے جہاں یونانیوں کے ساتھ ان کی مڈبھیر ہوتی رہی۔

اس عظیم الشان فتح کے بعد جیلو نے بہت بڑی قوت پیدا کر لی۔ اس کی ملک گیری کے ارادے جو اس زمانہ میں انسان کی اعلیٰ سے اعلیٰ ترقی کا

بلند رتبہ خیال کیے جاتے تھے اب بہت کچھ بہادر دکھاتے اور وہ بھی ان مشہور فاتحوں میں سے ہو جاتا جن کی شہرت صفحاتِ تاریخ پر آج تک نظر آ رہی ہے مگر افسوس ہے کہ موت نے اس کو مہلت نہ دی اور اس فتح کے تین سال کے بعد موت کے زبردست ہاتھوں نے اس پر اپنا قبضہ کر لیا جس کے پنجہ سے رہائی پانا بڑے سے بڑے بہادر کیلئے بھی محال و ناممکن ہے۔

جیکو کے جانشین

۴۷۸ق م میں جیکو کے مرنے کے بعد اس کا بھائی ہیرو اس کا جانشین ہوا۔ اور دس سال تک ریاست کی۔ جیلو کے بعد ایسے جانشین کی ضرورت تھی۔ جو اس کی قائم کی ہوئی ریاست پر بزور قبضہ رکھ سکے اور ان مختلف اجزاء کو بکھرنے نہ دے، جنہیں جیلو نے مدتوں کے بعد ایک شیرازہ میں جمع کر دیا تھا۔ ہیرو ایسا ہی شخص تھا اور اسی لیے اس کے مرتے دم تک کوئی فتنہ و فساد پیدا نہیں ہوا، ملک میں ترقی کی رفتار اسی طور سے جاری رہی جیسی کہ اس با امن زمانہ میں اُمید کی جا سکتی ہے۔ مگر ۴۶۷ق م میں ہیرو کے مرجانے پر ایک ایسا شخص جانشین ہوا جو مطلق صلاحیت نہیں رکھتا تھا اس لیے باہمی فتنہ و فساد کی بنیاد پڑ گئی اور چونکہ اس وقت تک سسلی تمدن کے ان مدارج تک نہ پہنچا تھا جن میں شاہی عظمت و شوکت حد سے بڑھ جاتی ہے۔ اس لیے یہ ہیرو کا جانشین جو تراسیوس نام سے مشہور ہے بہت جلد بغیر زیادہ وقت کے ملک سے خارج کر دیا گیا۔ سو وہ باہمی فتنہ و فساد جو پیدا

ہو گیا تھا ۔ ۴۶۱ قبل مسیح میں مختلف شہروں کے نامور و پختہ کار شخصوں نے ایک مجلس منعقد کی اور قوانین و نظام آئندہ کے لیے مرتب کیا اس کے اجراء کا نتیجہ یہ ہوا کہ خانہ جنگی ختم ہو گئی اور ملک ترقی کی راہ پر لگ گیا اور مثل سرقوسہ کے جزیرہ کے جنوبی ساحل پر شہر اغرجنتم نے بڑی ترقی کی۔ اہل سرقوسہ کو اس کا عروج برا لگا اور ۴۴۶ قبل مسیح میں اغرجنتم ، نکسوس ، کتنا ، لیونیتنی شہروں کو بزور اپنی نگرانی میں لے لیا ۔ مگر یہاں کے باشندوں نے اہل یونان سے مدد چاہی ۔ ایتھنس والوں نے ۴۱۷ میں بقوت سرقوسا کو مغلوب کر لیا اب بظاہر صقلیہ اہل ایتھنس کی حکومت میں داخل ہو گیا ، مگر سرقوسہ والوں نے بغاوت کر دی غرضکہ ۴۱۳ قبل مسیح میں یونانیوں کی طاقت کمزور ہو گئی اور اہل سرقوسہ سے مقابلہ نہ کر سکے اور اپنی فوجوں کو سسلی سے ہٹا لے گئے ۔
قرطاجنہ موقعہ کے منتظر تھے ۴۰۹ قبل مسیح دوبارہ صقلیہ پر حملہ آور ہوئے اور اپنی پچھلی شکست کا ستر برس بعد بدلہ لے لیا اور کامیابی حاصل کی بعض مقامات پر قابض و متصرف ہو گئے ۔ اب گویا صقلیہ میں دو حکومتیں تھیں ایک سرقوسہ کی ریاست ، دوسری قرطاجنہ کے زیر حکم علاقہ جات ان دونوں میں ہمیشہ خانہ جنگی برپا رہتی جو ۲۶۷ قبل مسیح تک قائم رہی

صقلیہ کی حالت رومیوں کے زمانہ میں

جبکہ صقلیہ کی سرزمین ان دو مختلف قوموں (قرطاجنی، یونانی) میں منقسم تھی جو باری باری سے اپنا ڈنکا بجاتی رہتی تھیں تو اُس وقت تماشا گاہ عالم کے پردوں کے اندر ہی اندر کچھ اور سامان ہو رہا تھا، ایک نئی زبردست طاقت جو اب تک بالکل ضعیف خیال کی جاتی تھی دنیا کے اسٹیج پر نمودار ہوئی جس نے بہت جلد اُن تمام اقوام کو جو اس وقت دنیا میں اپنا اپنا پارٹ ادا کر رہی تھیں اسٹیج پر سے ہٹا دیا، اور تاریخ عالم میں ایک ایسی عظیم الشان یادگار قائم کی جس سے تاریخ نے ایک نیا جنم لیا اور اب بجائے قرونِ قدیمہ کے تاریخ قرونِ متوسطہ میں آگئی۔ یہ نئی قوم جو اب پیدا ہوئی رومن قوم تھی۔

رومن قوم کی ابتدائی حالت

رومن قوم کے قدیم حالات کے بارہ میں وہی بیہودہ اور دور از کار روایتیں بیان کی گئی ہیں جو قریب قریب ہر قوم کی ابتدائی حالت کی نسبت لکھی گئی ہیں۔ اور جن کو زمانۂ حال کی تحقیق نے بالکل لغو قرار دے دیا ہے۔

غرضکہ جو کچھ اب تک ثابت ہوا ہے اس کے لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس موقع پر جہاں اب روما آباد ہے، پہلے مختلف قبائل بستے تھے جنہوں نے رفتہ رفتہ امتدادِ زمانہ کے باعث آخر ایک قوم کی صورت اختیار کر لی اور جیسا

۳۷۷۵

کہ قدیم اقوام میں دیکھا گیا ہے، اُن میں بھی چند ایسے عالی دماغ اور مدبر حاکم روما کے نام سے مشہور ہوئے۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد روما کی سلطنت نے ۵۰۸ سنہ قبل مسیح میں جمہوری صورت اختیار کر لی اور اس نے ان تمام مختلف قبائل کو جو جزیرہ نمائے اٹلی میں بستے تھے ایک ایک کر کے زیر کرنا شروع کر دیا اور آخر بہت نزاعوں اور خونریزیوں کے بعد ۲۶۵ سنہ قبل مسیح میں سارے ملک اٹلی پر رومیوں کی جمہوری سلطنت کا پھریرا اُڑنے لگا اور گمنامی کے پردے سے نکل کر اس کا شمار بھی دنیا کی مشہور طاقتوں میں ہونے لگا جس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ بطلیموس فلاولفیوس فرمانروائے مصر نے جو اس وقت دنیا کے مشہور حکمرانوں میں سے تھا، اپنے سفیر رومن قوم کے پاس بھیجے اور خواہش ظاہر کی کہ رومن قوم اس سے دوستانہ تعلقات رکھے۔[۱]

جبکہ کل جزیرہ نمائے اٹلی پر رومن قوم کا قبضہ ہو گیا، اور اب جزیرہ نما میں کوئی ایسی قوم باقی نہ رہی جس سے لڑ کر رومن فاتح قوم جس کے دل میں تخیلات وجذبات کا دریا پورے جوش کے ساتھ موجزن تھا اپنے دل کے حوصلے پورے کرے تو زبردست قانونِ قدرت کے اصول کے بموجب بہت ہی ضروری ہو گیا کہ وہ اٹلی سے اپنا قدم باہر نکالے اور اُن اقوام سے اس کی مڈھ بھیڑ ہو جو دنیا میں اپنا ڈنکا بجا رہی تھیں۔ اور چونکہ سسلی بالکل اٹلی ہی کے قریب تھا اور اٹلی کی ملکی ضرورتوں کے لحاظ سے اب اس پر قبضہ کرنا ضروری ہو گیا تھا، لہذا بہت جلد رومن قوم کی توجہ اس طرف مبذول ہو گئی اور اس نے سسلی کا رُخ کر دیا۔ ۲۶۵ سنہ قبل مسیح میں

---

[۱] تاریخ مصر

یونانی اور قرطاجنی مختلف مقامات پر اپنی اپنی حکومت کر رہے تھے اور ان میں وہ باہمی نزاعات اور خانہ جنگیاں آئے دن برپا رہتی تھیں جو ہمیشہ غیر قوم کے ملک میں داخل ہونے کا بہت بڑا سبب ہوا کی ہیں۔

ان باہمی نزاعوں اور خانہ جنگیوں سے رومن قوم کو اس بات کا پورا موقع مل گیا کہ وہ اپنی خواہشوں کو ہمدردی کے پیرایہ میں ظاہر کرے چنانچہ جس وقت مسّانا والوں نے سرقوسا والوں اور قرطاجینیوں کے متواتر حملوں سے تنگ آکر جن میں سے ہر ایک اس پر اپنے دندانِ آز تیز کیے ہوئے تھا رومن قوم سے مدد کی درخواست کی تو اس نے فوراً ایک قوی اور مستعد فوج بظاہر (مسینہ) مسّانا والوں کی تائید اور اصل میں سسلی پر قبضہ جماتے کے لیے بھیج دی۔ سرقوسا والے اور قرطاجینی دونوں اب خوابِ غفلت سے چونکے اور اپنے اس نئے زبردست دشمن کے دفعیہ کے لیے اپنی باہمی خانہ جنگیاں چند روز کے لیے ختم کر دیں۔ سرقوسا والوں نے قرطاجینیوں سے معاہدہ کیا کہ ہم تمہارے ممالک مقبوضہ پر حملہ نہ کرینگے اور قرطاجینیوں نے اس کے معاوضہ میں رومیوں سے مقابلہ کرنے کا وعدہ کیا رومیوں نے قرطاجینیوں کو اطلاع آخر بھیجی کہ بہتر ہے تم مسّانا کو چھوڑ دو اور اس طرح ہم چلے جائینگے۔ قرطاجینیوں نے انکار کیا، اور اب ان دونوں دنیا کی مشہور طاقتوں میں مڈبھیڑ ہونی شروع ہو گئی۔

رومیوں اور قرطاجینیوں کے محاربات

رومن قوم نے دشمن کی جمعیت توڑ دینے اور اس میں نفاق پھیلانے کے

ضروری قاعدے پر عمل کیا جس سے عموماً فاتحین کی فتح ہوا کی ہے، چنانچہ اس نے حکمراں سرقوسا ہیرو ثانی سے جو ایک دوراندیش اور بیدار مغز حاکم تھا معاہدہ کرلیا، جس کے عمدہ نتائج آئندہ چل کر ظاہر ہوئے اور یہ بات چاہی کہ وہ قرطاجینیوں اور رومیوں کے باہمی مقابلہ میں بالکل الگ تھلگ رہے اور اس کے معاوضہ میں رومن قوم اس کے حقوق کو برقرار رکھیگی، مگر اس سے قرطاجینیوں پر جو اس وقت میں دنیا کی سب سے بڑی بحری طاقت شمار کی جاتی تھی اور اس لحاظ سے سمندر کی مالک تھی کوئی اثر نہ ہوا رومن قوم کو قرطاجینیوں پر فتح پانے کے لیے پہلے بحری طاقت پیدا کرنی ضرور تھی جس کے بغیر اُن کا مقابلہ ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ امیر البحر دوئیلیوس کی عجیب اور ان تھک کوششوں کی بدولت یہ مشکل بھی رفع ہو گئی اور ۲۶۲ سنہ قبل مسیح میں رومیوں نے قرطاجینیوں کو اس بحری طاقت میں جس پر انہیں ناز تھا فاش شکست دی۔ اب قرطاجینیوں کی بھی آنکھیں کھلیں اور وہ بھی تیزی اور مستعدی کے ساتھ رومیوں کا حملہ روکنے کے لیے مستعد ہو گئے۔ یہ زمانہ جبکہ یہ دونوں دنیا کی مشہور قوتیں بڑے زور شور سے ٹکرا رہی تھیں ایک مدت تک رہا اور اس مدت میں بڑے بڑے معرکے اور جانبازیاں جنہیں انسانی شجاعت اور بہادری کا اعلیٰ نمونہ کہا جا سکتا ہے واقع ہوئیں۔ قرطاجینیوں کے اقبال کا دور ختم ہو چکا تھا اور ان میں وہ برائیاں جو ایک زبردست طاقت کی جڑ کو کھوکھلی کر دیا کرتی ہیں پیدا

---

[1] رومن قوم کے بیان میں ان کتابوں کے علاوہ جن کے نام پہلے بیان کر دیے ہیں زبدۃ الصحائف فی مباحث المعارف (مولفہ نوفل آفندی طرابلسی) سے بھی مدد لی گئی ہے۔

ہو چکی تھیں چنانچہ خود ان کی فوج میں جو اُجرت پر نوکر رکھی جاتی تھی سخت جھگڑا برپا ہو گیا۔ ان سب باتوں نے رومن قوم کے لیے راستہ صاف کر دیا، اور اس نے جزیرۂ سارڈینیا پر جو صقلیہ سے قریب ہی واقع ہے فتح حاصل کر لی۔ یہ پہلا جزیرہ تھا جس پر رومن قوم نے فتح پائی۔ قرطاجینی رومیوں کی اس فتح پر بہت ہی بگڑے مگر مجبور رہتے۔ دانت پیس کر چپ ہو گئے۔ رومیوں نے بڑھ کر جزیرۂ کورسیکا پر بھی قبضہ کر لیا اور اب صقلیہ کی باری آئی۔ قرطاجینیوں نے یقین کر لیا کہ اب رومیوں سے مقابلہ بے سود ہے اور موجودہ حالت میں مقابلہ سے بجز نقصان کے اور کوئی فائدہ مترتب نہیں ہو سکتا چنانچہ انہوں نے صلح کی درخواست کی اور شرائطِ ذیل پر ۲۴۱ سنہ قبل مسیح میں صلح منعقد ہو گئی۔

(۱) قرطاجینی صقلیہ اور اُن تمام چھوٹے چھوٹے جزیروں کو جو صقلیہ سے قریب واقع ہیں اور جن پر اب تک انہی کا قبضہ تھا خالی کر دینگے۔

(۲) قرطاجینی رومن قوم کو ایک بیش قرار تاوانِ جنگ دینگے۔

(۳) قرطاجینی اعتراف کرتے ہیں کہ ہیرو حاکم سرقوسا ہے اور اس سے اور اس کے جانشینوں سے آئندہ قرطاجینیوں کو لڑائی کرنے کا کوئی حق نہ ہوگا۔

(۴) اس کے معاوضہ میں رومن قوم قرطاجینیوں پر حملہ نہ کریگی اور اس کو قرطاجینیوں کے دوسرے مقبوضات سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔

صقلیہ پر رومن قوم کا قبضہ

اس صلح سے چند روز کے لیے رومیوں اور قرطاجینیوں کے محاربات تھم گئے اور صقلیہ باستثنائے ریاست سرقوسا، سارڈینیا اور کارسیکا رومن قوم کے قبضہ میں آئے، جس کا انتظام کرنا اب ان کو ضروری تھا۔ رومیوں نے سارڈینیا اور کارسیکا کو ایک صوبہ اور صقلیہ کو ایک صوبہ قرار دیا (یہ رومیوں کے سب سے پہلے صوبے تھے) ہر ایک صوبہ کا ایک والی ہوا کرتا تھا جس کو پرتیوریا پروقنصل کا لقب دیا جاتا تھا۔ پرتیوریا پروقنصل کو باستثنائے اُن رومن نژادوں کے جو ان صوبوں میں مقیم ہو جائیں، باقی تمام باتوں میں پورا اختیار حاصل تھا اور اس کو اپنے احکام کے نافذ کرنے میں کوئی روک ٹوک نہ تھی۔

سرقوسا کا خاتمہ اور کل صقلیہ پر رومیوں کا تصرف

سنہ ۲۱۵ قبل مسیح میں ہیروثانی حاکم سرقوسا مر گیا جس نے آخری وقت میں اپنی بیدار مغزی اور دور اندیشی سے سرقوسا کی حفاظت کی تھی جیسا کہ چراغ گل ہونے کے وقت ایک غیر معمولی روشنی میں پیدا ہو جاتی ہے اور یہی غیر معمولی روشنی اس بات کی خبر دیتی ہے کہ اب اس کے خاتمہ کا وقت قریب ہے۔ اسی طرح ہیروثانی کا زمانہ بھی اس بات کی خبر دے رہا تھا کہ اب اس کے نزع کا وقت قریب آپہنچا۔ چنانچہ اس کے مر جانے کے بعد کوئی ایسا

شخص باقی نہ رہا جو اس کی جانشینی کی صلاحیت رکھتا ہو اور ملک کی روز افزوں بدنظمی اور تباہی کا انسداد کر سکے سبد نظمی بڑھتی گئی، اور رقرطاجنیوں نے بھی خلاف معاہدہ سرقوسا کے معاملات میں دست اندازی شروع کی۔ اب کوئی وجہ نہ تھی کہ رومی سلطنت بھی اس میں مداخلت نہ کرے۔ چنانچہ اس نے قنصل مرسلوس کو بھیجا تاکہ وہ سرقوسا کی ریاست پر رومی سلطنت کی طرف سے قبضہ کر لے۔ اب سرقوسا کے خاتمہ کا وقت آپہنچا اور باشندگانِ سرقوسا نے بھی جب تک دم میں دم رہا اپنی آزادی قائم رکھنے کی کوشش کی۔ مگر یہ تمام کوششیں بے کار گئیں اور آخر کار انہیں اپنی آزادی جس کے بچانے کے لیے اُنہوں نے یونان اور قرطاجنہ سے مقابلہ کیا تھا اور انہیں سخت شکستیں دی تھیں، رومن قوم کے سپرد کر دینی پڑی اور اس طرح پر سسلی کی خودمختاری کا زمانہ ختم ہو گیا اور سارے جزیرہ پر ۲۱۲ سنہ قبل مسیح میں بلاشرکت غیرے رومی سلطنت جمہوری ہی کا قبضہ نظر آنے لگا۔

رومیوں کا اقوامِ مفتوحہ سے سلوک

وہ عظیم الشان ترقی جس کی بدولت رومیوں نے اپنے سے پہلی گذری ہوئی قوموں کو پسِ پشت ڈال دیا۔ ان کا کارتھیج (قرطاجنہ) مقدونیہ، یونان فرانس وغیرہ دیگر اس زمانہ کی قوی سے قوی طاقتوں کو مغلوب کرنا اپنی خاص نوآبادیاں بسانا اور وہاں جا کر بسنے والوں کو خاص خاص حقوق کا عطا کرنا جس کے مفید نتائج کو یورپ آج تک تسلیم کرتا بلکہ اس

پر مضبوطی سے عمل کرتا رہا ہے اُن بے نظیر قوانین و انتظامات کا مرتب کرنا جو اپنے بنانے والوں کی عالی دماغی کے شاہد ہیں اور جن پر آج سارے یورپ کے انتظامات و قوانین کی بنیاد رکھی گئی ہے" یہ سب باتیں گو فی الواقع نہایت ہی دلکش ہیں مگر رومیوں میں بھی غریبی اور امیری کا مسئلہ تھا، مساوات نہ تھی۔ غلامی کا رواج عام تھا ان کے ساتھ بے انصافی کی جاتی اور ان پر ظلم توڑے جاتے۔ رومن قوم کا سلوک اپنی مفتوحہ اقوام کے ساتھ مختلف قسم کا رہا ہے اور جو سلوک ایک قوم کے ساتھ کیا گیا ہے اس کو دوسری قوم کے سلوک کے ساتھ ذرا بھی مناسبت نہیں۔ کہیں اس نے مفتوح قوم کا بالکل قلع قمع اور دنیا سے نابود کر دیا، جیسے کارتھج والوں کے ساتھ کیا گیا اور کہیں اُنہیں غلام بنا لیا گیا، بعض کو ایک حد تک آزادی دی گئی اور شاذ و نادر کسی قوم کو خود رومن قوم کے حقوق دیئے گئے۔ غرضکہ اس نے بالکل مختلف طریقے برتے جس کی نسبت ایک مورخ (مصنف تاریخ قدیم) یہ لکھتا ہے "مفتوحہ قوموں کے ساتھ رومیوں کے اس مختلف طور کے طرز عمل کی نسبت پورے پورے وجوہات اب تک درست طور پر معلوم نہیں ہوئے ہیں۔ ظنی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ جن قوموں نے اُس سے سخت مقابلہ کیا تھا اور اطاعت قبول کر لینے کے بعد پھر بغاوت کی تھی اور اس کے مخالفین سے ساز باز کر لیا تھا اُن سے اُس نے سخت برتاؤ کیا اور اُن کے لیے سخت قوانین مقرر کیے" گو یہ رائے ایک حد تک بہت ہی درست ہے مگر اصل یہ ہے کہ رومن قوم کے مدبر اس امر کو اچھی طرح سے جانتے تھے کہ رومن سلطنت

کا قیام اسی وقت تک رہ سکتا ہے جب تک کہ اقوامِ مفتوحہ اُبھرنے نہ پائیں مگر ساتھ ہی رومن قوم سے راضی بھی رہیں۔ اس اصول کو مدنظر رکھ کر اس نے مقتضائے وقت اور قومِ مفتوح کے مناسب عمل کیا۔ قرطاجینی چونکہ روم کے سخت دشمن تھے اور اس کے زندہ باقی رہنے سے ہر وقت کا خطرہ لگا رہتا تھا اس لیے وہ بالکل تباہ و برباد کردیے گئے یونانیوں سے چونکہ اس بات کی تسلی تھی کہ اُن کی باہمی رقابتیں انہیں اس قدر ابھرنے ہی نہیں دینگی کہ وہ رومن قوم کے سامنے آئیں لہذا اُنہیں آزادی دیدی گئی جس سے خود رومیوں کا ذاتی نفع تھا۔ فرانس کی قومیں چونکہ بالکل وحشیانہ حالت میں تھیں لہذا وہ غلام بنالی گئیں۔ غرضکہ اُس نے انہی اصولوں کو مدنظر رکھ کر جن پر ان کی سلطنت کی زندگی منحصر تھی قوم مفتوح کے ساتھ سلوک کیا اور یہی وجہ رومیوں کی دیرینہ کامیابی کی بھی ہوئی۔

صقلیہ کی حالت رومن قوم کے زمانہ میں

اب ہم کو صقلیہ کی حالت پر غور کرنا ہے۔ جب معاہدہ کے مطابق قرطاجینیوں نے صقلیہ کو خالی کردیا اور اس کا انتظام اس طرح پر کردیا گیا جو پہلے بیان ہو چکا ہے تو اس میں بہت سے رومن نژاد باشندے آکر مقیم ہوگئے جنہیں اپنے پہلے حقوق و امتیازات حاصل رہتے تھے اُن لوگوں کی یہاں زمینداریاں قائم ہوگئیں اور اس طرح پر بہت جلد صقلیہ میں ہر طرف رومی ہی رومی نظر آنے لگے۔

رومن قوم کے غلام اور ان کی حالت

ان رومیوں نے اپنی ماتحت زراعت وغیرہ کے کام ان قابلِ رحم اور مظلوم انسانوں سے لیے جو رومن قوم کے طفیل سے ذلیل طور پر غلام بنا لیے گئے تھے۔ رومن قوم نے اس نفرت انگیز غلامی کے اصول کو پہلی پہل دنیا میں رائج کیا۔ یہی غلامی کا مسئلہ ہے جس پر مسلمانوں کی نسبت یورپ نے بہت کچھ واویلا مچایا ہے اور بڑے بڑے الزام لگائے ہیں مسلمانوں کی غلامی جس پر غلامی کا اطلاق کیا جاتا ہے ایسی نہیں تھی کیونکہ جس عمدہ حالت میں مسلمانوں کے غلام رہتے تھے اور جس طرح پر وہ بہت جلد غلامی کی قید سے آزاد ہو جاتے۔ اور ان کا وہی رتبہ ہو جاتا تھا جو ان کے مالکوں کا تھا اس کا اعتراف خود یورپ کے محققین بھی کرنے لگے ہیں اور اس کا ثبوت اس سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کی تاریخ میں غلامی کی وجہ سے کوئی بغاوت نہیں ہوئی۔ غلامی کی جو خراب تصویر یورپ نے اپنے ذہن میں کھینچ لی ہے (کہ غلام وہ ہیں جو زنجیروں میں جکڑے ہوں۔ غذا کی جگہ چابک کھاتے ہوں، مکان کے عوض تہ خانوں میں محبوس ہوں، اتنی بھی ان کی وقعت نہ کی جاتی ہو جو ایک بلی اور کتے کی کی جاتی ہے اور اسی طرح کے وہ سارے تصورات جو نہایت ہی رنگ آمیز ہوں، حد درجہ کے مشرقی مبالغوں کے ساتھ یورپ کے خیال میں متمکن ہیں یہ تصویر مسلمانوں کی غلامی کی نہیں بلکہ وہ بغیر کسی مبالغہ کے رومن قوم کی غلامی پر صادق آتی ہے جو خود یورپ

کے رہنے والے ہیں اور جن کے قوانین کا ہر وقت راگ گایا جاتا ہے اور ان کے بعد ہر ترقی کرنے والی قوم کو خواہ مخواہ کھینچ تان کر انہی کا مقلد اور ان ہی کے خیالات سے مستفید بنایا جاتا ہے۔ بیشک وہ سارے الزامات جو غلامی کی نسبت ہو سکتے ہیں رومن قوم کی غلامی پر کیے جا سکتے ہیں۔ یہ غریب بالکل حیوانات کی طرح رکھے جاتے تھے اور ان کو کسی قسم کا حق حاصل نہ تھا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس نفرت انگیز و ذلت بار غلامی سے نکلنے کے لیے کوئی ذریعہ رکھا نہیں گیا تھا۔ سارڈینیا اور کورسیکا کی بغاوت فرو کرنے کے بعد وہاں کے باشندوں سے جس قسم کا برتاؤ کیا گیا ایک وحشی سے وحشی قوم بھی اس سے زیادہ نہیں کر سکتی۔ تاریخ کا عیسائی مصنف اس کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے "جزیرے لوٹ لیے گئے، جس قدر مال تھا وہ سب چھین لیا گیا، تمام باشندے غلام بنا کر بیچ دیے گئے، جس کی وجہ سے روما میں غلاموں کی اس قدر کثرت ہو گئی تھی کہ وہ ساری چیزوں سے حقیر ترین چیز خیال کیے جاتے تھے۔ چنانچہ یہ مقولہ ضرب المثل ہو گیا تھا" سارڈینی سے زیادہ حقیر" یہی غلامی کا طریقہ تھا جس کی بدولت رومی سلطنت کو آئندہ چل کر بڑی بڑی مشکلات پیش آئیں۔ مسلمانوں کی تاریخ کے برخلاف رومیوں کی تاریخ میں جو ہر وقت اور ہر مقام پر غلاموں کی شورش و بغاوت کی بیسیوں نظیریں ملتی ہیں اس کی وجہ یہی تھی کہ رومیوں کا طرزِ عمل غلاموں کے ساتھ نہایت بُرا اور نفرت انگیز تھا۔ چنانچہ صقلیہ میں بھی یہی حالت نظر آئیگی۔

غلاموں کی پہلی بغاوت صقلیہ میں

جب رومی صقلیہ میں غلاموں سے نفرت انگیز کام نفرت انگیز طریقہ سے لینے لگے اور وہ ہولناک مظالم اُن پر توڑے گئے جن سے تہذیب شرماتی ہے تو اس کا لازمی نتیجہ تھا کہ وہ ایک آتش فشاں مادہ کی صورت میں نمودار ہو۔ چنانچہ ۱۳۴ھ قبل مسیح میں جبکہ جزیرہ میں غلاموں کی تعداد حد سے بڑھ گئی تو اب اس مادہ کے مشتعل ہونے کا وقت آگیا اور یونس نامی ایک غلام نے جو سوریا (شام) سے گرفتار ہو کر آیا تھا اس آتش فشاں مادہ کو چھیڑ دیا اور رومی سلطنت کے برخلاف بغاوت شروع ہو گئی۔ یونس کے اُٹھ کھڑے ہونے کی دیر تھی کہ ہزاروں غلام جو مرنے مارنے پر مستعد تھے اور صرف سہارا ڈھونڈھ رہے تھے یونس کے جھنڈے نیچے فوراً جمع ہو گئے۔ اور بیان کیا گیا ہے کہ ان غلاموں کی تعداد تقریباً ۲ لاکھ تھی جو بلا شبہ درست ہو گی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یونس نے اپنی کامیابی کی غرض سے نبوت کا بھی دعویٰ کیا تھا جو کچھ ہو یہ خوفناک بغاوت کچھ اس زور سے مشتعل ہوئی کہ رومی سلطنت کو بھی بہت کچھ اپنی طاقت اس کے فرو کرنے میں صرف کرنی پڑی۔ سب سے پہلے ایک رومی قواعد داں فوج بھیجی گئی مگر ان غلاموں نے جو زندگی سے بیزار تھے کچھ ایسی بہادری دکھائی کہ رومیوں کے چھکے چھوٹ گئے اور رومن سلطنت کو اور بہت سی فوج بھیجنی پڑی۔ جب غلاموں نے اس نئی مدد کو آئی ہوئی فوج کو بھی مشکل میں ڈال دیا تو پھر تیسری دفعہ بہت ہی جرار فوج

روما سے روانہ ہوئی۔ اس دفعہ کسی قدر رومیوں نے کامیابی حاصل کی اور دس ہزار کے قریب غلام رومیوں کی تہذیب و تمدن پر قربان ہو گئے مگر غلاموں کی پُرجوش طاقتیں ابھی سرد نہیں ہوئی تھیں۔ اب چوتھی دفعہ رومی سلطنت کا مشہور جنرل روپلیوس بھیجا گیا جس نے حد درجہ کی خونریزی کے بعد فتح حاصل کی۔ غلاموں کی ثابت قدمی کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ جب تک دو لاکھ غلاموں کی جماعت میں سے پورے ایک لاکھ نوے ہزار کی قربانی نہ ہو چکی اس وقت تک مقابلہ سے منہ نہ موڑا، اور آخر کار جب رومیوں کی جابر فوج کے سامنے ان کے قدم نہ جم سکے تو مجبور ہو کر پہاڑوں میں بھاگ گئے۔ یہ بچے ہوئے ایک ہزار غلام بھی آخر اس دنیا سے جس میں اب اُن کے لیے کوئی آسائش باقی نہ رہی تھی رخصت کر دیے گئے۔ اور اس طرح سخت سے سخت خونریزیوں کے بعد جس میں دو لاکھ غلام رومیوں کی تیغِ ستم سے موت کے گھاٹ اُتار دیے گئے غلاموں کی طرف سے جائز بغاوت فرو ہو سکی اور اس طرح سے رومی سلطنت کو پہلی پہل مضبوط اور سچے قانونِ قدرت کے توڑنے کا ثمرہ دیکھنا پڑا۔ مگر کیا اسی قدر سزا اس کو بھگتنی پڑی؟ نہیں بلکہ بہت ہی جلد اس کو اس سے بھی زیادہ سخت آفت میں مبتلا ہونا تھا۔

غلاموں کی دوسری بغاوت صقلیہ میں

گذشتہ بغاوت فرو کرنے کے وقت ان چند رومیوں کو بھی جنہوں نے

غلاموں کی تائید کی تھی تعزیراً غلام بنالیا گیا تھا۔ اور جب سنٹ (رومیوں کی پارلیمنٹ) نے ان کا مرافعہ نامنظور کر دیا تو اس کا نتیجہ یہی ہوا (جو ہونا چاہیے تھا) کہ انہوں نے بغاوت کر دی اور اس طرح اٹلی سے بہت جلد صقلیہ میں یہ بغاوت پھیل گئی، اس دفعہ ان کے سپہ سالار دو شخص تھے۔ ایک تو اثینیون تھا جس نے یونس کی طرح عام طور پر لوگوں کو اپنا معتقد بنانے اور کامیابی حاصل کرنے کے لیے وحی آنے کا دعویٰ کیا اور یہ ظاہر کیا تھا کہ مجھے الہام ہو چکا ہے جس سے ضرور مجھے سلطنت مل رہیگی۔ دوسرا سپہ سالار تریفون تھا جو شام کا رہنے والا تھا۔

اب کی دفعہ ان کی بغاوت پہلی بغاوت سے زیادہ سخت تھی اور جزیرہ کے ایک بڑے حصہ پر ان کا قبضہ بھی ہو گیا، اور انہوں نے غلہ اور میوہ جات کو جس کی پیداوار کے لیے صقلیہ اُس زمانے میں بہت ہی مشہور تھی باہر لیجانا موقوف کر دیا۔ رومی سلطنت کے لیے یہ بہت ہی نازک وقت تھا خود رومیوں میں خاصہ اور عامہ کے دو فرقے ہو گئے تھے اس سے پہلے روما میں فقیروں کی بغاوت ہو چکی تھی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وحشی قوموں سے سخت مقابلہ اس کو درپیش تھا۔ با ایں ہمہ اُس نے بغاوت فرو کرنے کے لیے سنہ ۱۰۳ قبل مسیح میں چودہ ہزار فوج بھیجی اس فوج کو بھی وہی پہلی بغاوت کی سی حالت پیش آئی اور بالآخر سنہ ۹۹ قبل مسیح میں متعدد فوجوں کے ناکام رہنے اور پانچ سال کی متواتر خونریزیوں کے بعد جب ماریس رومیوں کا مشہور جنرل جس نے وحشی اقوام کو شکست دی تھی اور رومیوں کی حالت

کو سنبھال لیا تھا اس بغاوت کے فرو کرنے کے لیے بھیجا گیا، تو اس بغاوت کا خاتمہ ہوا۔ اس بغاوت کے بعد پھر کوئی بغاوت صقلیہ میں نہیں ہوئی۔ اور اس طرح صقلیہ اب بغیر کسی خرخشہ کے ایک رومن کالونی (نوآبادی) تھی جس کو زراعت کے لحاظ سے ایک عمدہ رتبہ حاصل تھا، اور یہی حالت اس وقت تک قائم رہی جب تک کہ رومن قوم کا ستارہ غروب نہ ہو گیا۔ وہ تمام واقعات جو رومن سلطنت پر گزرے یعنی جمہوری سلطنت کا شاہنشاہی ہو جانا، اس کا دارالسلطنت روما سے قسطنطنیہ کو بدل جانا، عیسوی مذہب قبول کرنا۔ یہ سب تفصیلات ہمارے مضمون سے خارج ہیں مگر سلسلۂ بیان کے لحاظ سے ایک اجمالی خاکہ کھینچ دینا ضروری ہے۔

رومن سلطنت کی بربادی

سنہ ۱۰۰ قبل مسیح میں وہ مشہور شخص سیزر پیدا ہوا جس نے آخر کار رومن جمہوری سلطنت کے عوض رومن شہنشاہی کی بنیاد ڈالی اور اس کے مارے جانے کے بعد جو کچھ کسر اس میں باقی رہ گئی تھی اس کو اغسطس نے پورا کر دیا اور اس طرح رومن شاہنشاہی قائم ہو گئی۔ مگر بہت جلد اس میں زوال آنا شروع ہو گیا تھا جس کی اصلاح قسطنطین نے سنہ ۳۲۳ء میں کی، اس شہنشاہ نے عیسوی مذہب قبول کیا اور اس طرح ایک عظیم الشان تغیر رومیوں کی حالت میں پیدا ہو گیا اُسی نے رُوما کے عوض قسطنطنیہ کو جو اُسی کا بسایا ہوا تھا بلحاظ موقع کے عمدہ ہونے کے دارالسلطنت بنایا۔ قاعدے کے مطابق اب پھر زوال آنا شروع

ہوگیا تھا مگر تھیوڈوشیس کی سرگرمی و مستعدی سے جو ۳۷۹ء میں تخت نشین ہوا چند روز کے لیے پھر حالت سنبھل گئی۔ تھیوڈوشیس کے اس خیال سے کہ ایسی عظیم الشان سلطنت کے لیے ایک شہنشاہ کافی نہیں ہو سکتا اور ایک شخص واحد سے پوری نگرانی نہیں ہو سکتی رومن سلطنت کے دو ٹکڑے کر دیے۔ ایک مملکتِ شرقیہ جس کا مستقر قسطنطنیہ تھا۔ اس پر اس نے اپنے لڑکے ارکادیوس کو والی بنایا اور دوسری مملکت غربیہ جس کا دارالسلطنت روم قرار دیا گیا اور اس کی عنانِ حکومت اپنے دوسرے لڑکے ہنوریس کو دی۔ مگر اس تقسیم سے اس عظیم الشان انحطاط کا جو اب دن بدن ہو رہا تھا کچھ بھی انسداد نہ ہوا بلکہ اس سے اور بھی جلد جلد تنزل ہونے لگا اقوام وحشیہ کو جو اپنے متواتر حملوں سے رومن سلطنت کی ہڈی پسلی توڑ رہے تھے اپنے مقاصد میں اور زیادہ کامیابی ہو گئی۔ شرقی مملکت تو خیر جوں توں سنبھلی رہی، مگر غربی سلطنت کا بہت ہی جلد یعنی تھیوڈوشیس کے مرنے کے اکیاسی سال بعد اس سبب سے کہ وحشی اقوام کے پے در پے حملوں کے باعث سلطنت دن بدن ضعیف ہو رہی تھی خاتمہ ہو گیا اور وحشی اقوام نے ٹھیک اُسی طرح جیسا کہ تاتاری سیلاب نے بغداد کی اسلامی خلافت کو دنیا سے ناپید کر دیا۔ ۴۷۶ء میں اس رومن سلطنت کو بھی جس نے نہایت حیرت انگیز اور عظیم الشان ترقی کی تھی اُسی فنا کے تاریک غار میں ڈھکیل دیا جس میں اس نے اپنے عروج اور اقبال کے دور میں بیسیوں بڑی بڑی سلطنتیں غارت کی تھیں[۱]۔

---

[۱] تاریخ سسلی صفحہ ۶۱۔

اہلِ صقلیہ پر رومیوں کے زوال کا یہ اثر پڑا کہ وہ بھی مضمحل ہوگئے اور ان پر گاتھک قوم نے حملہ کیا مگر حملہ آور مغربی گال کا فرمانروا ایلیدک سنہ ۴۱۰ء میں مرگیا تو ٹیوٹانکس کے قبضہ میں آگیا۔ غرضکہ صقلیہ گاتھک حکومت کا ایک جزو بن گیا، پھر رومیوں نے سنہ ۵۳۵ء میں صقلیہ پر حملہ کیا اور سنہ ۵۵۱ء میں گاتھک اقتدار صقلیہ سے اُٹھ گیا اور ان کے زمانہ میں عرب و روم کی معرکہ آرائی شروع ہوگئی اسی سلسلہ میں سنہ ۶۶۵ء میں شہنشاہ قسطنطین دوم صقلیہ آیا اور سنہ ۶۶۸ء میں غسلخانہ میں قتل کر دیا گیا۔ اس کی وفات پر اس کا بیٹا مزبیس صقلیہ کا بادشاہ بنا، مگر اس کے بھائی قسطنطین چہارم نے حکومت چھین لی اور صقلیہ کا بادشاہ بن گیا۔ اسی زمانہ میں عرب حملہ آور ہوئے جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

عربوں کی یلغار صقلیہ پر

افریقہ کے بڑے حصہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو چکا تو افریقہ کے بقیہ حصہ اور اردگرد کے جزائر پر مسلمانوں نے توجہ کی۔ جزیرہ صقلیہ کی ان دنوں بڑی اہمیت تھی۔ یہاں کے لوگوں نے عموماً افریقہ کے مقبوضات پر حملہ کر کے مسلمانوں کو پریشان کرنے کے لیے اس جزیرہ کو اپنی جنگی چھاؤنی بنالیا تھا۔ حکومت بیزنطینی کا صقلیہ پر کامل اقتدار تھا۔ شام اور مصر زیر نگین اسلام ہوئے تو مفرور عیسائی صقلیہ میں جاکر پناہ گزین ہوئے۔ ۱۹ھ میں قیساریہ کو مسلمانوں نے فتح کر لیا تو یہاں کا رومی گورنر بھاگ کر صقلیہ میں پناہ گیر ہوا۔

۵۳۱ء میں مسلمانوں کی پیشقدمی کے جواب میں قیصر روم قسطنطین دوم (۳۲ھ ۱۴۸ء) عظیم الشان بیڑا لے کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوا، مگر مسلمانوں کے مقابلہ سے ہزیمت کھا کر قسطنطینیہ واپس جاتے ہوئے صقلیہ پہنچا اور یہاں قیام کر کے شام، مصر اور افریقہ کے اسلامی مقبوضات میں بغاوت کرانے اور ان علاقوں پر حملہ کرنے کے لیے اہل صقلیہ کو آمادہ کرنے میں مصروف ہو گیا، کیونکہ یہی بیزنطینی مقبوضہ اسلامی ملکوں سے بہت نزدیک تھا یہیں سے خفیہ ریشہ دوانیاں کی جایا کرتی تھیں۔[1]

امیر معاویہؓ شام کے گورنر تھے ان کو پہلی پہل یہ خیال آیا کہ اس جزیرہ

---

[1] ابن اثیر۔ ج ۳۔ ص ۹۲-۹۳ مطبوعہ مصر۔

کو زیرِ اسلام لانے کے بعد سے رومیوں کی آئے دن کی خلفشار اور ظالمانہ ڈاکہ زنی سے مقبوضاتِ اسلامی کو نجات حاصل ہو جائے گی۔ چنانچہ خلیفۂ وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اجازت حاصل کر کے امیر معاویہ نے ۳۳ھ میں ایک جنگی بیڑا جس میں تین سو جہاز تھے صقلیہ بھیجا۔ گورنر صقلیہ نے والیِ قیساریہ سے مشورہ طلب کیا۔ اس نے عربوں کی شجاعت اور مردانگی سے اس کو آگاہ کیا اور کہا کہ ان عربوں کو کچھ دے دلا کر رخصت کر دو تو جان بچ جائیگی مگر گورنر کو اپنی طاقت پر گھمنڈ تھا، وہ مسلمانوں سے مقابلہ کے لیے تیار ہو گیا۔ اتمام حجت کے لیے اسلامی نمائندہ اولاً گورنر نے جو سفیر اسلامی امیر البحر کے پاس بھیجا تھا، اس کے ساتھ روانہ کیا اس نے اپنے عمومی مطالبہ کو پیش کیا:

"تم لوگ دین اسلام قبول کرو اور ہماری ذمہ داری میں آجاؤ اور اس کے معاوضہ میں جزیہ دیا کرو جیسا کہ ذمّی ممالک میں لیا جاتا ہے، ورنہ پھر آخری فیصلہ تلوار سے ہوگا"

گورنر صقلیہ نے جواباً کہا کہ صقلیہ روم کے شہر نہیں جو آسانی سے تمہارے قبضہ میں آ گئے، صقلیہ ایک محفوظ اور مامون قلعہ ہے اور ہمارے پاس بڑی فوج تربیت یافتہ ہے، اس کو اگر دیکھو گے تو پشیمان ہو کر چلے جاؤ گے اور بحر روم کے عبور کی زحمت کا افسوس کرو گے۔ اور تبدیلِ مذہب کے متعلق کیا خام خیالی ہے اور جزیہ تم کو خود ادا کرنا چاہیے کہ ہم تم پر حملہ نہ کریں۔ اتنے میں ایک بطریق ننگی تلوار لے کر اسلامی فوج کے سامنے نکلا اور دعوتِ مبارزت

دی، ایک نومسلم مقابلہ کے لیے نکلا اور چشم زدن میں بطریق کے سر کو لیکر اپنی جگہ چلا گیا۔ گورنر نے یہ رنگ دیکھا تو پوچھا کیا یہ جوان عرب ہے، جواب ملا نہیں یہ افریقہ کا ایک معمولی باشندہ ہے، جو دائرہ اسلام میں داخل ہو چکا ہے اور اس کی مردانگی قبولِ اسلام کا ایک معمولی کرشمہ ہے۔ گورنر ہیبت زدہ ہو گیا اور محل کو لوٹ گیا۔ مگر مسلمانوں نے عام حملہ کا انتظام کیا۔ مقابل رومی فوج صف آرا ہو گئی طبلِ جنگ بجتے ہی جنگی مقابلہ شروع ہو گیا ہر دو طرف سے دادِ شجاعت کے جوہر دکھائے گئے۔ ایک عرصہ تک معرکہ آرائی رہی گورنر نے قسطنطنیہ سے امداد طلب کی وہاں سے چھ سو جنگی جہازوں کا بیڑا اہلِ صقلیہ کی حفاظت کے لیے روانہ ہوا، اسلامی فوج نے مالِ غنیمت کافی جمع کر لیا تھا ادھر افریقہ، مصر و شام سے کسی امداد کی فوری توقع نہ تھی، انہوں نے راتوں رات ساحلِ صقلیہ کو خیرباد کہا امیرِ لشکر مع قیدیوں اور مالِ غنیمت کے خیریت سے دمشق پہنچ گیا اور امیر معاویہ سے مفصل حالات بیان کیے، انہوں نے تمام تفصیلی حالات حضرت عثمان کی خدمت میں تحریر کر دیے۔ حضرت عثمان نے امیرِ لشکر کے اس طرزِ عمل کو پسند فرمایا۔[۱]

اس واقعہ کے بعد مدینہ میں فتنہ اٹھ کھڑا ہوا اور خانہ جنگی شروع ہو گئی امیر شام خلیفہ وقت حضرت علی کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور رومیوں سے صلح کر لی، مگر رومیوں نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر صقلیہ کو مضبوط کر لیا اور اس کو مستقل فوجی چھاونی بنا لیا۔

---

[۱] فتوح الشام و مصر واقدی۔

حضرت علیؓ ایک خارجی کے ہاتھوں زخمی ہو کر واصل بحق ہوئے اور حضرت حسن خلیفہ منتخب ہوئے مگر انہوں نے امیر معاویہ کے حق میں خلع خلافت فرمایا اور امیر معاویہ کل ممالک اسلامی کے بادشاہ بن گئے تو ان کے والیِ افریقہ نے پھر صقلیہ کی تسخیر کی طرف توجہ کی والیِ افریقہ امیر معاویہ کی طرف سے معاویہ بن خدیج الکندی تھے انہوں نے ۴۶ھ میں عبداللہ بن قیس کی سرکردگی میں دو سو جنگی جہاز کا بیڑہ صقلیہ روانہ کیا۔

عبداللہ مذکور کو بحر روم کی جنگوں کا تجربہ کافی تھا چنانچہ صقلیہ پر حملہ کیا باوجودیکہ قسطنطین بذات خود صقلیہ میں تھا مگر ابن قیس نے نمایاں کامیابی حاصل کی اور کثیر مال غنیمت کے ساتھ افریقہ لوٹ آئے اور غنیمت کا پانچواں حصہ حکومت کے بیت المال کے لیے امیر معاویہ کے پاس بھیجدیا۔ زرو جواہر کافی تھا، مرصع سونے چاندی کے مجسمے بھی تھے۔ امیر نے ان کو فروخت کرنے کے لیے ہندوستان بھیج دیا۔ باوجودیکہ مسلمانوں نے اختلاف کیا مگر انہوں نے کوئی شنوائی نہ کی[1]

امیر معاویہ کے بعد یزید ان کا جانشین ہوا جس کے ظلم وستم کی تصویر کربلا کے واقعات میں پوری طرح نظر آتی ہے۔ اس کے بعد واقعہ حرہ میں کئی سو صحابہ کا قتل آخرش موت کے شکنجہ نے اس کے ظلم وعدوان کا خاتمہ کیا۔ اس کا بیٹا جانشین ہوا، وہ چالیس یوم بادشاہ رہ کر واصل بحق ہوا تو مروان بن حکم جو حضرت عثمان کا چچازاد بھائی اور ان کا میر منشی تھا جس کی بدولت

---

[1] فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۲۳۵

حضرت عثمانؓ کو باغیوں نے شہید کیا۔ اس نے شام پہنچ کر اپنی بیعت لی اور سریر آرائے حکومت اسلامیہ ہو گیا، اس کے مرنے کے بعد عبدالملک تخت نشین ہوا اس کے زمانہ میں افریقیہ میں باغیوں کے ہاتھ سے عقبہ بن نافع شہید ہوئے تو ان کی سرکوبی کے لیے زہیر بن قیس بلوی کو ۶۲ھ میں افریقہ کی ولایت پر بھیجا برقہ میں قیام کیا پھر قیروان مع لشکر روانہ ہوا اور کامیابی حاصل کی۔ ۶۹ھ میں مصر لوٹے، شاہ قسطنطینیہ کا رومی لشکر صقلیہ سے برقہ آیا اور اس کو تاراج کر ڈالا۔ زہیر بھی رومیوں میں گھر گئے اور مع ساتھیوں کے شہید ہوئے[1]۔ عبدالملک کو معلوم ہوا تو اس نے حسان بن نعمان کو والی مقرر کیا اور چالیس ہزار سپاہی اور مصر کی کنجی اس کے ہاتھ میں دیدی اور جہازسازی کے کارخانے قائم کرنے کا حکم دیا۔ حسان نے افریقیہ آکر یہاں کے حالات کا جائزہ لیا۔ حکومت قرطاجنہ کا وجود اسلامی مملکت کے لیے سخت خطرہ تھا۔ اس وقت شمالی افریقہ میں سب سے بڑی طاقت یہی تھی۔ حکومت بیزنطینی قسطنطنیہ کی طرف سے قرطاجہ پر گورنر رہا کرتا تھا۔ چنانچہ حسان نے اس حکومت کا ایک معرکہ میں خاتمہ کر دیا۔ یہاں کے لوگ حسان سے اجازت لے کر صقلیہ اور اندلس چلے گیے۔ اس فتح کا نتیجہ یہ ہوا کہ بربری زیر علم اسلامی آگئے اور ان کو عربوں کے مساوی حقوق عطا ہوئے۔ قرطاجنہ کی جنگ میں صقلیہ نے نمایاں حصہ لیا تھا اب ضرورت اشد تھی کہ ان کی معقول گوشمالی کی جائے چنانچہ تیونس میں دارالصناعہ قائم کیا گیا، جہاں جہاز تیار ہونے اور آلاتِ حرب

---

[1] ابن اثیر ج ۴ ص ۹۲۔

بننے لگے۔ قرطاجنہ کے زوال کے بعد افریقہ کی اسلامی حکومت مضبوط ہوگئی اب حسان کا دور ولایت ختم ہوگیا وہ دمشق چلا گیا۔ فاتح یورپ موسیٰ بن نصیر لخمی والیِ افریقہ مقرر ہوا۔ موسیٰ نے عنان حکومت سنبھالتے ہی کارخانہ جہاز سازی کی طرف زیادہ توجہ کی ۸۴ھ میں کثیر التعداد جنگی جہاز تیار ہو گئے تو موسیٰ نے ۸۵ھ میں ایک اسلامی بیڑا اپنے لڑکے عبداللہ کی سرکردگی میں صقلیہ روانہ کیا۔ جو ساحلی شہر کو تاراج کر کے واپس آگیا۔ چند ماہ بعد ۸۶ھ میں عیاش بن اخیل نے صقلیہ پر حملہ کیا۔ سرقوسہ پر معرکہ آرائی ہوئی بعد کامیابی مال غنیمت لے کر ابن اخیل واپس چلا آیا۔ موسیٰ معزول کیے گئے یزید بن ابی مسلم کاتب حجاج ثقفی والی مقرر ہوا اس نے ۱۰۲ھ میں محمد بن اوس انصاری کی قیادت میں جنگی بیڑا روانہ کیا۔ اہلِ صقلیہ سے معمولی جھڑپیں ہوئیں۔ یہاں والی قتل کر دیا گیا اس لیے محمد بن اوس واپس آگیا اور زمام حکومت کو سنبھالا۔ کچھ عرصہ میں بشیر بن صفوان کلبی والی ہو کر آیا اُس نے ۱۰۳ھ میں صقلیہ کی مہم خود ہاتھ میں لی ۱۰۹ھ میں بذات خود صقلیہ پر حملہ آور ہوا، اور کثیر مال غنیمت لے کر قیروان واپس آگیا[1] غرضکہ جو والی افریقہ کا مقرر ہوتا تھا اس کی طرف سے حملہ ہوتا۔ آخر ش ہشام بن عبدالملک کا زمانہ آیا، اس نے بحر روم کی طرف توجہ کی اور یہاں کے جزائر پر حملہ آوری کے لیے ایک تجربہ کار قائد عبدالملک بن قطن کو مامور کیا۔ افریقہ آیا اور ۱۱۴ھ میں صقلیہ روانہ ہوا مگر ساحلی مقامات کو تاراج کر کے لوٹ آیا۔ ۱۱۵ھ میں بکر بن سوید بیڑہ

---

[1] البیان المغرب اردو۔ ص ۵۶۔

لے کر صقلیہ گیا اور ناکام واپس لوٹا۔ ۱۱۷ھ میں عبیدہ بن عبدالرحمن کے بجائے عبیداللہ بن الحجاب عہدۂ ولایت پر سرفراز ہوا، اس نے دار الصناعۂ ٹیونس پر توجہ کی۔ کثیر التعداد جنگی جہازوں کا بیڑہ تیار کر کے اسی سنہ میں صقلیہ روانہ کیا۔ یہ لشکر راہ میں تھا کہ رومی بیڑے سے مقابلہ پڑ گیا۔ رومیوں کو منہ کی کھانی پڑی۔[1] عبیداللہ نے مشہور قائد حبیب بن ابی عبیدہ جو عقبہ بن نافع فہری کے خاندان کا تھا اُس کی سرکردگی میں لشکرِ جرار صقلیہ روانہ کیا۔ حبیب کا لڑکا عبدالرحمن بحری فوج کے ساتھ ۱۲۲ھ میں صقلیہ کے دارالحکومت سرقوسہ پر حملہ آور ہوا اور اس کو فتح کر لیا۔ اہل صقلیہ نے صلح کر لی اور جزیہ دینے کے لیے آمادہ ہو گئے۔ حبیب نے آگے بڑھنا چاہا مگر افریقیہ میں بغاوت رونما ہوئی تو ابن الحجاب نے حبیب کو بلا لیا۔ پھر بھی بغاوت فرو نہ ہوئی تو ۱۲۴ھ میں حنظلہ بن صفوان الکلبی ولایت افریقیہ پر مامور ہوا۔ ادھر اموی حکمرانی آخری دور سے گذر رہی تھی، ابو مسلم خراسانی نے بنی عباس کی حکومت کے لیے راستہ صاف کر دیا تھا۔ اس زمانہ میں فاتحِ سرقوسہ عبدالرحمن بن حبیب بن ابی عبیدہ نے افریقیہ پر چڑھائی کر دی اور ابن صفوان کو معزول کر کے خود مختار حکمران بن گیا۔ سفاح نے کوفہ میں اپنی خلافت کا اعلان کیا تو اُس نے بھی اطاعت قبول کر لی اور سفاح کا نام خطبہ میں پڑھا جانے لگا۔ اس کے ساتھ ہی تمام افریقیہ پر غلبہ حاصل کر کے توجہ صقلیہ کی طرف منعطف کی، جزیہ ایک عرصہ سے وصول نہیں ہوا تھا اس لیے اُس نے حملہ کر دیا اور مالِ

---

[1] ابن اثیر ج ۵ ص ۱۳۷

غنیمت وافر لے کر واپس آیا اور ادائے جزیہ کے لیے نیا معاہدہ کرآیا۔ پھر ۱۳۵ھ میں عبدالرحمن نے سردانیہ پر حملہ کیا اور جزیہ کی ادائیگی پر مصالحت ہوگئی[1]

منصور عباسی سفاح کے بعد سریر آرائے خلافت ہوا۔ اس نے عبدالرحمن کو بدستور ولایتِ افریقیہ پر قائم رکھا۔ مگر کچھ شکر رنجی ہوگئی، عبدالرحمن نے خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ ۱۴۰ھ تک اس کے خاندان میں حکمرانی رہی، ۱۴۳ھ میں محمد بن اشعث خزاعی افریقہ آیا، اس نے افریقہ کی ولایت اپنے قبضہ میں کی مگر ۱۴۸ھ میں دمشق واپس ہونا پڑا۔ عیسیٰ بن موسیٰ الخراسانی نے ولایت اپنے ہاتھ میں لی اس کے بعد ربیع الاول ۱۴۸ھ میں اغلب التیمی ولایت افریقیہ پر منجانب خلیفہ والی مقرر ہوا، مگر بغاوت کو فرو کرتے ہوئے میدانِ جنگ میں کام آیا۔ اغلب کے خاندان نے یہیں اقامت اختیار کی، شاہ دمشق اموی کی طرف سے آلِ مہلب کو یہاں کی حکومت سپرد ہوئی، ۱۵۱ھ سے ۱۸۳ھ تک اس خاندان سے سات وُلاۃ مقرر ہوئے آخر والی محمد بن مقاتل العکی تھا، اس کے ایک باغی سردار تمام بن تمیم التیمی نے قیروان پر قبضہ کر لیا، ابن مقاتل نے اس کی امارت قبول کر لی نتیجہ یہ ہوا کہ پورے افریقیہ میں ابتری پھیل گئی، اس زمانہ میں اغلب کا بڑا لڑکا ابراہیم جزاب کا حاکم تھا وہ فوج لے کر قیروان پر حملہ آور ہوا اور قبضہ کر لیا اور پھر پورے صوبہ کو زیر نگین کیا اور محمد بن مقاتل کو زمام حکومت سپرد کی، اس کی فرمانائی

---

[1] ابن اثیر۔ ج ۵۔ ص ۳۴۹۔ ابن خلدون ج ۴ ص ۱۹۰

اور فرزانگی سے تمام افریقہ میں امن و امان قائم ہو گیا، مگر کچھ عرصہ بعد ولایت ابن مقاتل سے سنبھل نہ سکی تو بارگاہِ خلافت نے اس کو طلب کر لیا۔ اس وقت سریر آرائے خلافت خلیفہ ہارون الرشید عباسی نے ۱۸۴ھ میں ابراہیم بن اغلب کے حسنِ خدمات کے صلہ میں افریقہ کی زمام حکومت اس کو عطا کی۔ ابراہیم نے ملکی نظم و نسق سنبھالا اور کچھ عرصہ میں افریقہ کے کل اسلامی علاقہ کی حالت بہترین ہو گئی اور اس نے سالانہ چالیس ہزار دینار خلیفہ کی خدمت میں بھیجنے شروع کر دیے۔ ابراہیم کی دانائی اور خوش تدبیری نے مستقل اور خود مختار حکمراں کی صورت اختیار کی۔ ۱۹۶ھ میں اس نے وفات پائی اور اس کا جانشین ابوالعباس عبداللہ بن ابراہیم ہوا۔ خلافت عباسیہ نے ابراہیم کی خدماتِ جلیلہ کے صلہ میں افریقہ کی حکمرانی اس کے خاندان میں موروثی قرار دیدی۔ عبداللہ عنانِ حکومت ہاتھ میں لے کر حکومت کے نظم و نسق میں لگ گیا۔ اہلِ صقلیہ نے دس برس کے لیے صلح کا معاہدہ اس سے کیا مگر ابوالعباس کی زندگی نے وفا نہ کی ۲۰۱ھ میں راہیِ ملک بقا ہو گیا، اس کے بعد اس کا بھائی زیادۃ اللہ بن ابراہیم سریر آرائے حکومت افریقہ ہوا۔ یہ نہایت بیدار مغز فرمانروا تھا، اس نے تمام اندرونی بغاوتوں کا استیصال کر کے بحری طاقت بڑھانے کی طرف توجہ کی، کچھ عرصہ میں عظیم الشان بیڑہ تیار ہو گیا۔ صقلیہ کے عیسائیوں نے معاہدہ شکنی پر کمر باندھی اور ۲۱۱ھ میں میکائیل دوم شہنشاہِ قسطنطنیہ نے ان کی معاونت کے لیے ایک شریر النفس بطریق کو گورنر بنا کر صقلیہ بھیجا۔ اس نے آتے ہی جنگی بیڑہ مرتب کیا اور صقلیہ کے ایک تجربہ کار

فیمی نامی کی سرکردگی میں افریقیہ کے ساحلی مقامات کو غارت کرنے کے لیے
بھیجا اس نے ایک مدت تک ڈاکہ زنی اختیار کی اور اسلامی جہازوں پر بھی
چھاپے مارنے لگا۔ مسافروں کو قتل کر دیتا یا ان کو صقلیہ لے جاکر فروخت
کر دیتا۔ اس زمانہ میں یزید بن محمد الجحی جو افریقیہ کے جید عالم اور محدث تھے
۲۱۲ھ میں افریقیہ سے شہر مصیصہ کی طرف ایک لشکر کے ساتھ جا رہے تھے
صقلیہ کے رومی بیڑے نکل پڑے اور ان جہازوں پر حملہ آور ہوئے۔ مسافر
فوج کا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے ان میں یزید بن محمد بھی تھے۔ ان کا خونِ
ناحق رنگ لائے بغیر نہ رہا۔ امیر البحر فیمی جو سواحل پر تاخت تاراج کر رہا تھا
وہ ایک نوجوان نن کو اڑا لایا تھا، میکائل نے حکم دیدیا کہ اس کو قتل کر دیا جائے
فیمی کو خبر لگی وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر صقلیہ پر حملہ آور ہو کر اس پر متصرف ہو
گیا اور شاہ صقلیہ لقب اختیار کیا میکائل کے اشارہ سے گورنر بلاط نامی نے
عظیم الشان لشکر کے ساتھ فیمی پر حملہ کر دیا، دوسری طرف سے اس کے چچازاد
بھائی نے جو بلرم کا گورنر تھا، آگھیرا۔ سرقوسہ پر خونریز جنگ ہوئی فیمی شکست
کھا گیا اور راہِ فرار اختیار کی اور افریقیہ چلا آیا اور قیروان پہنچ کر زیادۃ اللہ کی
خدمت میں حاضر ہوا اور پچھلی پیشقدمی کی معافی چاہی اور پھر صقلیہ کے تمام
حالات گوش گزار کیے اور اسلامی فوج کشی کی خواہش ظاہر کی زیادۃ اللہ نے
فرمایا اکابر و اعیان سلطنت کے مشورہ کے بعد جواب دیا جائیگا۔ چنانچہ اس نے
اپنے اربابِ حل و عقد سے گفتگو کی۔ اور خود اس کے سامنے اہل صقلیہ کی
خودسری کے واقعات تھے اور معاہدہ کے خلاف عمل تھا آخرش یہ طے ہوا

کہ قاضی القضاۃ اسد بن فرات کی جو رائے ہو وہ فائق ہے۔ ایک گروہ فقہاء معاہدہ کا موئد تھا۔ اسد بن فرات کی دلیل یہ تھی کہ میعاد ختم ہو گئی ہے اور اہل صقلیہ نے تمام شرائطِ صلح کو نظر انداز کیا لہٰذا ان پر حملہ کرنا چاہیے۔ قیروان کے اعیان و امرا اور اکثر فقہا نے قاضی اسد کی تائید کی۔ اس کے بعد سے زیادۃ اللہ نے جنگ کی تیاری شروع کر دی، اور فیمی کو کہلا بھیجا کہ سوسہ میں اسلامی بیڑے کا انتظار کرے۔ صقلیہ سے جو سفیر آئے تھے ان کو جواب صاف دے دیا گیا جب بحری لشکر کا انتظام ہو چکا اور مجاہدین سرفروشی کے لیے جوق جوق فوج میں شریک ہونے لگے تو سپہ سالاری کے انتخاب کا مسئلہ سامنے آیا۔ زیادۃ اللہ کی نظرِ انتخاب قاضی القضاۃ ابو عبداللہ اسد بن فرات بن سنان پڑی۔ عمائدین سلطنت نے بھی زیادۃ اللہ کی رائے کی تائید کی۔ جب قاضی اسد کو اپنے عہدۂ امارت (امیر البحر) کی خبر لگی تو انھوں نے یہ عہدہ ناپسند کیا اور منصب قضا کو چھوڑنا نہیں چاہا اور زیادۃ اللہ سے مل کر فرمایا کہ دینی منصب سے مجھ کو جدا کر کے فوج کی قیادت دی جاتی ہے۔ اس پر زیادۃ اللہ نے کہا، "قاضی صاحب آپ کو قاضی کے عہدہ پر قائم و برقرار رکھ کر لشکر کی امارت سپرد کرتا ہوں جو قضاء سے زیادہ اونچا ہے۔ آئندہ سے آپ قاضی امیر کے نام سے مخاطب کیے جائینگے۔ اس کے بعد زیادۃ اللہ نے عہدہ امارتِ فوج و منصب قضاء کی سند لکھ کر قاضی اسد کو حوالہ کی۔ قاضی صاحب سند لے کر مکان واپس آئے اور صقلیہ کی روانگی کا انتظام کرنے لگے۔ علمائے قیروان بھی قاضی صاحب کی ہمرکابی کا شرف حاصل کرنے کے لیے

فوج میں شریک ہو گئے۔

زیادۃ اللہ نے افریقہ کے ساحلی شہر سوسہ کی طرف لشکر کی روانگی کا حکم دیا اور اعلان کرا دیا گیا کہ تمام ارکانِ سلطنت اور عمائدِ شہر اور اربابِ علم وفضل بلکہ قیروان کا ہر شخص امیر فوج قاضی اسد کی مشایعت کے لیے لشکرِ اسلامی کے ہمراہ سوسہ تک پہنچے غرضکہ یہ عظیم الشان لشکر بڑے ساز و سامان سے قیروان سے سوسہ روانہ ہوا، اہلِ علم کی ایک بڑی جماعت فوج کے ساتھ تھی، اہلِ قیروان بڑے جوش و خروش کا مظاہرہ اس موقعہ پر کر رہے تھے۔ غرضکہ یہ لشکری جلوس سوسہ پہنچا، جہاز تیار تھے۔ مجاہدین اس میں سوار ہوئے اور پھریرے کھول دیے گئے۔ دس ہزار سر بکف جانباز مجاہدین عرشۂ جہاز پر کھڑے اپنی آبدار تلواروں کو جوشِ شجاعت میں بار بار جنبش دیتے تھے

قاضی اسد بن فرات فاتح صقلیہ

قاضی صاحب نے عرشۂ جہاز پر رونق افروز ہو کر الوداعی تقریر کی جو ایسی پُر اثر تھی کہ ہر شخص آب دیدہ ہو گیا اور فتح صقلیہ کی دعائیں مانگنے لگا، اس عالم میں جہازوں نے لنگر اٹھا دیے، زیادۃ اللہ اس کامرانی پر مسرور تھا یہ بیڑہ سو جنگی جہازوں کا تھا اس میں سات سو سوار اور دس ہزار پیادہ فوج تھی اس بیڑے کے پیچھے قیمتی اپنے جہاز لیے ہوئے صقلیہ روانہ ہوا۔[1]

چنانچہ یہ بیڑا تین دن سفر طے کرنے کے بعد یوم سہ شنبہ ۱۸۔ ربیع الاول

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۶-۲۳۷ (خلاصہ)

۲۱۲ھ کو صقلیہ کے ساحلی شہر مازر میں لنگر انداز ہو گیا۔ لشکرِ اسلام جہازوں سے اترا اور بغیر کسی سعی کے شہر پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد قاضی اسد نے مازر میں اپنی مورچہ بندی کی تین یوم رومیوں کی فوج کا انتظار مجاہدین جوش و خروش سے کرتے رہے۔ آخرش قاضی اسد نے شہر کے قلعہ پر اسلامی پرچم بلند کر دیا، اور ابو ذر کنانی کو مازر کا حاکم مقرر کیا۔ یہ پہلی اسلامی حکومتِ صقلیہ کی داغ بیل تھی۔ اسلامی لشکر کو لے کر قاضی اسد مقام مرج پہنچے یہاں پہلے سے رومی فوج مقابلہ کے لیے تیار تھی۔ مجاہدین کرام نے بھی وہیں خیمے نصب کرا دیے بلاطا گورنر صقلیہ نے قاضی اسد کے حملہ کے حالات سے حکومت بیزنطینی کو مطلع کیا۔ شاہنشاہ مائیکل نے صقلیہ کی طرف فوری توجہ کی اور ایک رومی بیڑہ قسطنطنیہ سے صقلیہ روانہ کیا۔ اور حکومت وینس سے بھی امداد چاہی اس نے بھی جہاز معہ لشکر کے بھیج دیے چنانچہ یہ مشترک بیڑہ ۲۱۳ھ میں صقلیہ پہنچا غرضکہ تین طاقتیں اسلامی لشکر سے مقابلہ کے لیے مرج پر آجمع ہوئیں۔ ان کی مجموعی تعداد ایک لاکھ پچاس ہزار زیر کمان بلاطہ تھی قاضی اسد کے پاس صرف دس ہزار نفوس تھے البتہ کچھ فوج فیمی کی اسلامی لشکر کے ہمرکاب تھی۔ مگر قاضی اسد نے اس سے کہہ دیا کہ ہمیں تمہاری معاونت کی ضرورت نہیں، تم ہم سے جدا رہ سکتے ہو۔

میدانِ جنگ

قاضی اسد رحمۃ اللہ علیہ نے اسلامی لشکر کا جائزہ لے کر صف بندی کی۔

ایک جماعت علماء کی ساتھ تھی وہ بھی سپاہیوں کے پہلو بہ پہلو کھڑے ہوئے تھے، قاضی اسد نے لوائے جنگ خود اپنے دستِ مبارک میں لیا اور آگے بڑھے اور مجاہدانہ جوش و خروش کے ساتھ بلند آواز سے سورۂ یٰسین کی تلاوت فرمائی پھر سپاہیوں کو مخاطب کیا اور ایسی پُرزور تقریر کی کہ ہر مجاہد سر فروشی کے لیے تیار ہو گیا۔ اور خود اسد رجز خوانی کرتے ہوئے رومی فوج پر تیغ بکف ٹوٹ پڑے۔ پرے کے پرے کاٹ کر رکھ دیے۔ فوج قاضی اسد پر زیادہ متوجہ تھی۔ مگر اس مجاہدِ اعظم اور آیات اللہ کے مقابلہ سے عاجز تھی۔ مجاہدین نے اپنے امیر اور امام کا یہ رنگ شجاعت اور بہادری کا دیکھا اُنہوں نے بھی بہادری کے جوہر دکھائے اور دادِ شجاعتؔ دی آخر بزدل نصرانیوں کے پائے ثبات میں لغزش آئی اور ڈیڑھ لاکھ فوج دس ہزار کے مقابلہ پر درہم برہم ہونے لگی اور فوجیوں نے راہِ فرار اختیار کی ہزارہا رومی قتل ہوئے مال غنیمت بہت سا قاضی اسد کے ہاتھ آیا۔ اس پہلی معرکہ آرائی کی اطلاع زیادۃ اللہ کو روانہ کی گئی اس نے قاضی اسد کی کارگزاری کا مژدہ خلیفہ مامون الرشید کو بھیجا۔ اس جنگ میں بلوطہ گورنر صقلیہ نے شکست کھائی اور سرزمین صقلیہ چھوڑ کر قلوریہ جاکر پناہ گزین ہو گیا، سرقوسہ کی زمامِ حکمرانی یہاں کے پیشوا بطارقہ کے ہاتھ میں آگئی اور اہلِ صقلیہ بے یار و مددگار رہ گئے۔ قاضی اسد مرج کا انتظام کر کے لیکہ فیمی پہنچے مگر کوئی جماعت مقابلہ کے لیے نہیں نکلی تو آگے بڑھتے ہوئے کنیسہ مسلقین میں آکر لشکر اسلامیہ خیمہ زن ہوا۔ قاضی اسد کے فاتحانہ اِقدام کا قرب و جوار پر بڑا اثر پڑا۔ قلعہ کراث کے لوگ اپنے بطارقہ کو لے کر

قاضی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور امان طلب کی اور بر ضا و رغبت جزیہ دینے کے لیے تیار ہو گئے۔ قاضی صاحب نے ان کو مطمئن کر دیا جس کے بعد وہ رخصت ہو گئے۔

فیمی نے قاضی اسد کی کامرانی دیکھی تو خفیہ طور سے اہلِ صقلیہ کو ورغلایا قلعہ کراٹ کے لوگ بھی اس کے دام تزویر میں آ گئے قلعہ کو مستحکم کیا۔ اور قرب و جوار کے گرجوں کا زر و جواہر سمیٹ کر اس قلعہ میں جمع کر کے قلعہ بندی کر لی۔

قاضی اسد اہلِ جزیرہ کی عہد شکنی اور جنگی تیاریوں سے باخبر تھے فیمی کو نظر انداز کر کے فوج کو اطراف و جوانب میں پھیلا دیا اور سرقوسہ کو گھیر لیا اہل جزیرہ قلعہ بند ہو چکے تھے۔ شہر پناہ کے نیچے لشکر نے پڑاؤ کیا سرقوسہ کے تین طرف سمندر تھا ایک طرف خشکی، اسد نے جہاز متعین کر دیے اتنے میں افریقیہ سے اسلامی فوج آ گئی، ادھر بلرم سے رومی لشکر آ گیا جس نے اسد کی فوج کو گھیر لیا۔ اسد نے اپنے اردگرد خندق کھدوا دی اور رومیوں کے حملہ کو ناکام بنا دیا۔ محاصرہ کی سختی سے آب و دانہ محصورین کا بند ہو گیا۔ تو گھبرا کر طالبِ امان ہوئے۔ مگر قاضی صاحب کو ان کی پہلی غداری کا تجربہ ہو چکا تھا آخرش زیادہ عرصہ گذرنے سے دونوں طرف مصیبت کا سامنا تھا محصورین فاقہ مرنے لگے۔ ادھر اسلامی لشکر کو بھی رومی لشکر کی وجہ سے رسد پہنچنے میں دقت ہونے لگی کچھ لوگ اس قدر گھبرا گئے کہ افریقیہ جانا چاہتے تھے۔ ابن قادم اس جماعت کا سرگروہ تھا۔ قاضی صاحب نے ہمتِ مردانہ سے کام لیا۔ ابن قادم جو بہت بڑھ گیا تھا اس کے دُرّے لگوا دیے۔ اس طرح تمام فوج پر

قاضی کی ہیبت چھا گئی۔ مگر معمولی جھڑپیں ہوتی رہتی تھیں، اس میں امیر لشکر بھی زخمی ہو گئے تھے۔ چنانچہ زخم آگے چل کر مرض الموت میں تبدیل ہو گئے ربیع الآخر ۲۱۳ھ میں فاتح صقلیہ واصل بحق ہو گیا اور اسی سرزمین میں سپرد خاک ہوا۔ جس پر ایک مسجد تعمیر کر دی گئی۔ قاضی اسد افریقیہ میں ہر دلعزیز تھے، گھر گھر صفِ ماتم بچھ گئی خود زیادۃ اللہ کو صدمہ بجد ہوا اور قیروان میں بھی ان کے نام کی مسجد تعمیر کی گئی۔ جو آج تک موجود ہے۔

قاضی اسد کے انتقال کے بعد لشکریوں نے امیر محمد بن الجواری کو جو اسلامی لشکر کا امیر تھا، اپنا امیر منتخب کر لیا جس نے حکومت مفتوحہ علاقہ کی اور اسلامی فوج کی کمان سنبھال لی۔

محمد بن ابی الجواری

قاضی اسد کے بعد امیر منتخب ہوا۔ اس نے بھی سرقوسہ کا محاصرہ قائم رکھا، مگر بزنطینی امداد یکایک آجانے سے ہمت ہار گیا۔ ادھر اسلامی لشکر میں وبا پھیل گئی تھی، آخر ش سرقوسہ کا محاصرہ اٹھا لیا گیا، اور جہازوں پر بیٹھ کر معہ بقیہ لشکر کے افریقیہ روانہ ہوا مگر بزنطینی جہاز یکایک نمودار ہو گئے اور انہوں نے راستہ روک لیا۔ مسلمانوں میں ایک دم شجاعت عود کر آئی اور وہ ساحل کی طرف لوٹے اور جہازوں سے اتر کر اپنے تمام جہاز جلا دیئے اور دشمن سے مقابلہ کے لیے تیار ہو گئے۔ اس واقعہ کا اثر رومیوں پر زبردست پڑا۔ مجاہدین نے جوش و خروش سے شہر مینا و پر حملہ کر دیا تین دن بعد قلعہ پر قبضہ

کرلیا۔ پھر جرجنت فتح کرلیا ان دونوں کو مسلمانوں سے آباد کیا۔ اب تین شہر صقلیہ کے مسلمانوں کے قبضہ میں تھے۔ اس کے بعد قصریانہ کا محاصرہ کرلیا۔ اس زمانہ میں فیمی کو اس کی قوم نے قتل کر دیا۔ قسطنطنیہ سے میکائل ثانی نے بطریق تھیوڈوٹس کی سرکردگی میں ایک فوج قصریانہ بھیجی۔ مجاہدوں نے اس کو شکست دے دی بقیہ لشکر قصریانہ میں قلعہ بند ہوگیا۔ مجاہدین نے قصریانہ کی پہاڑی کے دامن میں پختہ مکان بنائے اور ارد گرد کے علاقہ پر فوجیں کے دستے بھیج دیے۔ اس دوران میں ۲۱۲ھ کو ابن الجوزی نے وفات پائی ان کا جانشین مجاہدین کا ایک رکن زہیر بن غوث منتخب کیا گیا۔ یہ آزمودہ افسر تھا وہ عنانِ امارت سنبھال کر قصریانہ کی فتح کی تدبیر میں لگ گیا۔ مگر رومیوں نے پوری طاقت سے مسلمانوں کو گھیر لیا۔ انہوں نے مقابلہ کیا مگر شکست کا منہ دیکھنا پڑا اور کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی آخر ش قصریانہ سے ہٹ کر میناؤ پہنچے رومی یہاں بھی پہنچ گئے رسد کا سلسلہ بند ہوگیا مگر مسلمانوں نے ہمت نہ ہاری اور خدا سے لو لگائے بیٹھے رہے۔ یکایک اندلس سے ۲۱۴ھ میں اسلامی بیڑہ بحر روم کا چکر لگاتا ہوا صقلیہ کے ساحل پر ٹھہرا ابن عذاری کہتا ہے کہ ۳۰۰ جہاز تھے اور یہ بیڑا عبدالرحمٰن ثانی اموی کا تھا۔

امیر زیادۃ اللہ اندرونی بغاوتوں میں ایسا الجھا تھا کہ وہ مجاہدین صقلیہ کو اس زمانہ میں کوئی مدد نہ دے سکا۔ جب افریقیہ کے علاقہ میں امن و امان قائم کر چکا تو اس نے ایک کمک سلیمان بن طرطوسی کی سرکردگی میں صقلیہ بھیجی یہ تین سو جہاز تھے جس میں بیس ہزار سپاہی تھے۔ یہ بیڑا صقلیہ پہنچا، اندلس کا

بیڑہ موجود تھا۔ سپہ سالار اندلس نے اس بیڑے کی فوج کی کمان ہاتھ میں لی اور مینائو کے مجاہدین کی معاونت کے لیے روانہ ہو گئے۔ رومیوں نے مقابلہ کیا مگر ان کو سخت شکست ہوئی رومی بہت کام آئے۔ اس کے بعد بلرم پر حملہ کر دیا، یہ صقلیہ کا مشرقی دارالحکومت تھا۔ گورنر بلرم نے مقابلہ کیا مگر اس کو محصور ہونا پڑا۔ فرغوش سپہ سالار اندلس نے ایسا گھیرا کہ رسد اہل قلعہ کی بند ہو گئی، صدہا آدمی یومیہ بھوک سے مرنے لگے مجبور ہو کر گورنر نے قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔ اور فرغوش سے آکر ملا اور امان کا طالب ہوا۔ فرغوش نے اس کو امان دی اور شہر پر قبضہ کر لیا، آبادی کا بڑا حصہ بھوکوں مر چکا تھا، ستر ہزار میں سے صرف تین ہزار باقی رہ گئے تھے۔ گورنر بلرم قسطنطنیہ چلتا بنا مسلمانوں نے بلرم پر قبضہ کر کے پہلے شہر کا انتظام کیا، کاروبار تجارت نئے سرے سے شروع ہوا۔ غرضکہ مسلمانوں کی روز افزوں ترقی ہونے لگی۔ اندلسی اور افریقی مجاہدین میں مسلمان گورنر کے انتخاب میں جھگڑا شروع ہو گیا۔ اس اثنا میں زیادۃ اللہ نے شاہی خاندان کے ایک رکن محمد بن عبداللہ بن الاغلب کو صقلیہ کے لیے نائب السلطان مقرر کیا جس نے صقلیہ جا کر زمام ولایت اپنے ہاتھ میں لے لی[۱] جس سے اندلسی اور افریقی مجاہدین کی باہمی بدمزگی رفع ہو گئی

محمد بن عبداللہ بن الاغلب

محمد بن عبداللہ ابراہیم بانی دولت اغلبیہ کا پوتا تھا اور زیادۃ اللہ کا

---

[۱] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۸ - ابن خلدون ج ۴ ص ۱۹۹۔

بھتیجا تھا، اس نے صحیح معنی میں حکمرانی کرنا شروع کی۔ اسلامی حکومت کا نظم و نسق جاری کیا، سول اور فوجی نظام کے دو صیغے قائم کیئے سول کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیا، فوج کا ایک امیر مقرر کیا جس کو اپنے تحت میں رکھا۔ بلرم کو پایۂ تخت قرار دیا، مضافات کو قائدین فوج کو عطا کیا جو زمیندار اس علاقہ کے بن گئے اس کے علاوہ اس پہلے والی نے تمدنی ترقی کی طرف توجہ کی، رومی معاشرت بے ڈھنگی تھی، ان کے اخلاق خراب تھے عیسویت نے اپنے طریقۂ عمل سے بت پرستی کو مات کر دیا تھا مسلمانوں کی سادہ زندگی اور ان کی عبادت گذاری و پاکبازی کا اہلِ بلرم پر بڑا اثر پڑا اور وہ بھی مسلمانوں کو عزت کی نظر سے دیکھنے لگے۔ والی کو تعلیم سے دلچسپی تھی اس کے سوا جو علماء قاضی اسد کے ساتھ آئے تھے اُن کی خبر گیری کرنے لگا۔ جب حکومت کا معقول انتظام کر چکا تو ۲۱۹ھ میں لشکر تیار کر کے قصریانہ روانہ کیا، مگر رومی مقابلہ کر کے قلعہ بند ہو گئے فوج بلرم لوٹ آئی اور دوسرے سال عظیم الشان لشکر قصریانہ روانہ ہوا۔ کمان خود والی محمد بن عبداللہ نے اپنے ہاتھ میں لی۔ اہلِ قصریانہ نے زبردست مقابلہ کیا اور شکست کھا کر قلعہ بند ہو گئے۔ والی مال غنیمت لے کر بلرم لوٹ آیا اور اس نے فوجی دستہ قصریانہ کے اردگرد علاقوں پر روانہ کیے جنھوں نے جزیہ پر فیصلہ کیا اور باشندوں کو امان دی۔ محمد بن عبداللہ افلبی نے ۲۲۰ھ میں شہر طبر پر حملہ کے لیے محمد بن سالم کو بھیجا، اس نے بلرم سے لے کر طبر (صقلیہ کے مشرقی ساحل پر تھا) تک کے زرخیز علاقہ کی تاخت کی اور کامیابی حاصل کر کے مال غنیمت کا وافر

حصہ لشکر میں جمع کر لیا ایک جماعت محمد بن سالم سے بگڑ گئی اور اس کو قتل کر دیا، زیادۃ اللہ کو خبر ہوئی اس نے فضل بن یعقوب کو اس عہدہ پر سرفراز کر کے ایک لشکر کے ساتھ صقلیہ روانہ کیا۔ اس کے بلرم آتے ہی والی نے نواحِ سرقوسہ کی مہم سپرد کر دی اس نے تمام علاقہ کو تاراج کر ڈالا اور کثیر مال غنیمت لے کر بلرم لوٹا، کچھ عرصہ بعد خود والی لشکر کو لے کر گیا اور کامیابی تو ہوئی نہیں پر رومیوں کا مال غنیمت بہت ہاتھ لگا۔ جن لوگوں نے سپہ سالار کو قتل کیا تھا وہ والی سے بھی بگڑ گئے تھے، زیادۃ اللہ نے محمد کو معزول کر کے اس کے بڑے بھائی ابوالاغلب جو تجربہ کار شہزادہ تھا اس کو بلرم کے انتظامِ حکومت کے لیے بھیج دیا[۱]

ابوالاغلب ابراہیم بن عبداللہ

رمضان ۲۲۲ھ کو افریقیہ سے ابوالاغلب روانہ ہوا اور صقلیہ پہنچا زمامِ حکومت ہاتھ میں لی۔ یہ نہایت ہوشمند تھا۔ اس کو خود مختار بنا کر زیادۃ اللہ نے یہاں بھیجا تھا۔ راستہ میں رومی قزاقوں نے اس کو پریشان کیا تھا، اس نے پہلے ان کی بحری طاقت کو ختم کرنا چاہا چنانچہ اُس نے عظیم الشان بیڑہ تیار کیا اور ڈاکوؤں کے بیڑے کو جا لیا اور ایسی آتشباری کی کہ رومی بیڑہ تابِ مقاومت نہ لا سکا اور ڈاکو مسلمانوں کے ہاتھ گرفتار ہو گئے اسلامی بیڑا مظفر و فتحیاب بلرم لوٹا، ابوالاغلب نے اسیر قزاقوں کو قتل کرا دیا۔

---

[۱] ابن اثیر ج ۶۔ ص ۲۳۹۔

افریقیہ اور صقلیہ کے درمیان میں جو جزائر تھے ابوالاغلب نے ان کی تسخیر کی طرف توجہ کی اور خود جنگی بیڑا لیجا کر قرب وجوار صقلیہ کے جزائر پر قبضہ کر لیا۔ اس کے ساتھ ہی کوہ آتش فشاں اٹنا کے نواح میں ایک فوج بھیجی جس نے متعدد قلعے فتح کیے اور علاقہ کو تباہ و برباد کر دیا اور ایک لشکر قسطلیانیہ زیر سرکردگی عبدالسلام بن عبدالوہاب روانہ کیا جہاں ان کو کامیابی ہوئی، رومی بہت سے کام آئے۔ مگر دھوکے سے یہ امیر لشکر گرفتار ہو گئے تھے۔ فدیہ دے کر رہا ہوئے۔

۲۲۲ھ میں اسلامی لشکر بلرم سے قصریانہ گیا۔ رومیوں سے مقابلہ ہوا، مگر رومی قلعہ بند ہو گئے۔ رات میں ربض شہر پر مسلمان قابض ہو گئے۔ رومی فوج شہر میں محصور تھی۔ آخر ش اہل شہر نے امان طلب کی۔ امیر لشکر نے امان دی اور معاوضہ لے کر اسلامی لشکر بلرم چلا آیا۔ مہم قصریانہ کے بعد ساحلی شہر جفلوذی پر مسلمانوں نے حملہ بول دیا مگر کشت و خون سے نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ اسی زمانہ میں ۱۴۔ رجب ۲۲۳ھ کو افریقیہ اور صقلیہ کا بیدار مغز فرمانروا زیادۃ اللہ قیروان میں فوت ہو گیا اور اس کا جانشین ابوعقال اغلب بن ابراہیم بن اغلب ہوا۔ جو کچھ عرصہ افریقیہ کے انتظام میں لگا رہا۔ پھر اس نے صقلیہ کی طرف توجہ کی اور ایک کمک صقلیہ روانہ کی۔

ابوالاغلب نے جنوبی اٹلی کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں سے تعلقات قائم کرنا چاہے نیپلس نے صلح کر لی اور ضرورت کے وقت ایک دوسرے کی امداد و اعانت کا معاہدہ طے پا گیا جس کے بعد ہی مسلمانوں نے اٹلی کے

مشرقی ساحل کے مشہور شہر برینڈزی پر بحری حملہ کرکے قبضہ کرلیا اور پھر بندرگاہ باری پر متصرف ہوگئے۔ اب مسلمان اٹلی کے علاقہ میں فاتحانہ داخل ہوگئے اور اٹلی کی ریاستوں پر اسلامی طاقت کا سکہ جم گیا۔ ابوالاغلب کے عہد میں جزیرہ کے تہائی حصہ پر عرب قابض ہوگئے[1]

ابوعقال اغلب ۲۳۔ ربیع الآخر ۲۲۶ھ کو فوت ہوگیا تو ابوالاغلب کا چچازاد بھائی ابوالعباس محمد بن اغلب جانشین ہوا۔ زمامِ حکومت ہاتھ میں لے کر اس نے ایک لشکر فضل بن جعفر ہمدانی کی سرکردگی میں مسینا فتح کرنے کے لیے بھیجا جس نے مقابلہ کی فوج کو قلعہ بندی پر مجبور کردیا۔ یہ بھی محاصرہ کر بیٹھے۔ کبھی کبھی ہر دو میں جنگی مقابلہ ہوجایا کرتا۔ فضل نے آخرش مسینا کو فتح کرلیا۔ اب صقلیہ میں دو حکومتیں بن گئیں۔ مسینا کا والی فضل بنا دیا گیا۔ ابوالاغلب اور فضل نے جو قلعے فتح کرنے ضروری تھے وہ تسخیر کرلیے۔ غرضکہ فتح مسینا کے بعد جنوبی اٹلی کی مہم آسان ہوگئی۔ غرضکہ فضل نے مسینا کے نظم ونسق کے بعد اٹلی کے مقبوضات کی طرف توجہ کی ۲۳۰ھ میں ایک اسلامی بیڑا اٹلی روانہ ہوا اور طارنت پر حملہ آور ہوکر اس کو فتح کرلیا، اور اسلامی آبادی قائم کردی گئی[1]

اٹلی میں خلفون اور مفرج کی سرگرمیاں

ایک جنگجو بہادر خلفون بربری جو قبیلہ ربیعہ کے موالی میں سے تھا ملک گیری

---

[1] ابن اثیر۔ ج ۷۔ ص ۴۔ تاریخ عرب موسیو سیدیو اردو۔ ص ۲۴۴۔

کے خیال سے افریقیہ سے ایک جماعت کو لے کر نکلا اور شہر باری پر حملہ آور ہو کر قابض ہو گیا۔ اس کی دیکھا دیکھی مفرج بن سالم اپنے ساتھیوں کو لیکر اٹلی پہنچا اور چوبیس قلعے فتح کر لیے۔ ہر دو جماعتیں مل گئیں اور مفرج سردار مان لیا گیا، جس نے باری کو صدر مقام بنا کر ایک مختصر سی اسلامی اسٹیٹ قائم کر لی اور والیِ مصر کے ذریعہ بارگاہِ خلافت سے سندِ حکومت حاصل کر لی اور سب سے پہلے اٹلی میں جامع مسجد اسی نے تعمیر کرائی۔

اٹلی کی اس اسلامی حکومت نے اپنی فتوحات کا دائرہ وسیع کرنا شروع کیا۔ اٹلی کے شہروں قصبوں پر تاختیں شروع کر دیں، ان کی فاتحانہ سرگرمی نے صقلیہ اور افریقیہ کے لوگوں کو معاونت پر آمادہ کر دیا۔ اسلامی بیڑا مدد دیتا رہا۔ غیط، ملفی بھی اس حکومت کے قبضہ میں آ گئے۔ اور دریائے جارلیون پر ایک قلعہ تعمیر کیا۔ اس کے بعد اسلامی لشکر نے دریائے ٹائبر کے ذریعہ اندرون ملک میں داخل ہونا چاہا لیکن اہلِ اٹلی کی طرف سے سخت مزاحمت ہوئی۔ پوپ کے حکم سے شہر استیہ کے حصار زیادہ اونچے کر دیے گئے مگر مجاہدین اسلام شہر رومہ پر حملہ آور ہوئے سینٹ پیٹر اور سینٹ پال کے مشہور گرجوں کو لوٹ لیا اور اسی طرح چند اور بھی شہر برباد کر دیے گئے۔ فاتح اٹلی فضل بن جعفر نے ۲۳۲ھ میں مسینا کے مضافات میں پیشقدمی کی لنتینی شہر پر حملہ کیا، یہ سرقوسہ سے پچیس میل تھا۔ بالآخر فضل نے بزور شمشیر لنتینی کو فتح کر لیا۔ بلرم سے ایک اسلامی لشکر رغوس (سمندر سے سات میل) پہنچا ۲۳۴ھ میں اس کا محاصرہ کیا، اہل رغوس تاب مقاومت نہ لا سکے

اور شہر کو خود تباہ کر دیا۔ اور خالی کر گئے۔ غرضکہ ۲۳۴ھ تک صقلیہ کے مرکزی شہر مسلمانوں کے اقتدار میں آ گئے جس سے ایک طرف پورا جنوبی علاقہ اب اسلام کے زیرنگین تھا۔

گورنر صقلیہ جو بیزنطینی حکومت کی طرف سے تھا اس نے سرقوسہ سے قصریانہ دارالحکومت منتقل کر دیا جس سے بلرم اور قصریانہ قریب قریب ہو گئے۔ ابوالاغلب نے ۲۳۵ھ میں قصریانہ کو لینا چاہا مگر ناکام لوٹا۔ اس واقعہ کے ایک سال بعد ۲۔ رجب کو مجاہد اعظم ابوالاغلب ابراہیم عبداللہ نے وفات پائی۔ سولہ سال حکمرانی کی۔ اس کا عہد بہترین تھا کیونکہ اقتصادی حیثیت سے نمایاں ترقیاں ہوئیں۔ اس نے خود مختارانہ حکمرانی کی اس کے عہد کی خصوصیت اسلامی علوم کی ترقی تھی۔ قاضی اسد کے عہد سے یہاں علمی مشاغل شروع ہو گئے تھے، مسجدیں دینی علوم کی درسگاہیں تھیں

عباس بن فضل

ابوالاغلب کی وفات کے بعد مسلمانانِ صقلیہ نے امیر لشکر عباس بن فضل کو اپنا والی منتخب کر لیا اور ابوالعباس اغلبی سے سندِ ولایت کی خواہش کی۔ ادھر عباس نے زمامِ حکومت سنبھالی ۲۳۷ھ میں ابوالعباس نے سند ولایت لکھ کر بھیج دی۔ اس فرمان کے بعد عباس نے فوج کی تنظیم کی طرف توجہ مبذول کی، بری و بحری حصوں میں تقسیم کیا۔ بری فوج اپنے چچا رباح بن یعقوب کی سپہ سالاری میں دی اور بحری فوج کا افسر اعلیٰ

اپنے بھائی علی بن فضل کو مقرر کیا۔ جنہوں نے رومی علاقہ کو اپنے حملوں سے پامال کر دیا۔ قلعہ ابی ثور قبضہ میں آگیا۔ والیِ افریقہ ابو العباس محمد بن اغلب نے ۱۰ محرم ۲۴۲ھ کو وفات پائی اور ابو ابراہیم احمد بن محمد والی مقرر ہوا جس نے عباس کو ولایتِ صقلیہ پر برقرار رکھا۔ عباس نے بقیہ حصہ صقلیہ پر متواتر حملے کیے۔ آخر ش ۲۴۴ھ میں قصریانہ کو اپنے حسن تدبیر سے فتح کر لیا۔ امرائے بزنطینی اس معرکہ میں کام آئے، مسلمانوں کو بڑی دولت ہاتھ لگی۔ فتح قصریانہ کے بعد عباس نے یہاں جامع مسجد تعمیر کرائی[۱] عیسائی مورخ کہتے ہیں گرجے کو مسجد بنایا مگر ان کی یہ روایت کذب پر مبنی ہے یہاں جس قدر مالِ غنیمت ملا پانچواں حصہ حکومتِ اغلبیہ کے نذر کیا اور تحائف بطور نذر عقیدت خلیفہ عباسی المتوکل باللہ کے حضور میں بغداد ارسال کیے گئے۔ تحائف میں نوجوان شاہزادیاں بھی تھیں۔

قسطنطینیہ سے بحری بیڑہ انتقام میں آیا شکست کھا کر لوٹ گیا۔ عباس نے قصریانہ کو مستحکم کر کے رومیوں کے مقابلہ کے لیے تیاری شروع کر دی جب لشکر اسلامی منظم ہو گیا تو ۲۴۶ھ میں رومی قلعوں پر حملہ کر دیا۔ شطرابلا۔ ابلاطنو۔ بلوط۔ قلعہ عبد المومن فتح ہو گئے اس کے بعد رومی بیڑہ پھر مقابلہ کے لیے آیا اور وہ بھی جفلوذی میں شکست کھا گیا اور سرقوسہ میں رومی پناہ گزین ہو گئے۔ عباس بعد کامرانی قصریانہ واپس آگیا۔ اور قصریانہ کی از سرِ نو تعمیر کی، خاص خاص مقامات کی قلعہ بندی کی ۲۴۷ھ میں عباس نے پھر سرقوسہ پر

---

[۱] ابن اثیر ج ۷ ، صفحہ ۲۴۲۔

حملہ کا ارادہ کیا مگر ابھی نواحِ سرقوسہ غیران قرقنہ کو تاخت وتاراج کیا ہی تھا کہ مرض الموت میں مبتلا ہو گیا تین یوم بیمار رہ کر ۲ جمادی الآخر ۲۴۷ھ یوم جمعہ کو جنت الفردوس کو سدھارا مسلمانوں نے نماز جنازہ پڑھ کر وہیں سپردِ خاک کیا اور اسلامی لشکر بلرم واپس لوٹ آیا۔ رومی عباس کے نام سے تھراتے تھے۔ زندگی میں کچھ بگاڑ نہ سکے بعد کو قبر سے لاش نکال کر آگ میں جلا ڈالی[۱]۔

احمد بن یعقوب والی صقلیہ

عباس کے بعد ابو ابراہیم احمد بن محمد بن اغلب نے مسلمانوں کی منشا پر احمد بن یعقوب کو والی مقرر کر دیا، یہ عباس کا چچا تھا۔ اور عباس کا لڑکا عبداللہ وہ متمنی ولایت کا تھا اس سے اور ان سے باہمی رنجش ہو گئی۔ آخر مش ابن یعقوب نے ابن عباس کو ولایتِ صقلیہ سپرد کر دی اور واقعہ کی اطلاع ابو ابراہیم اغلبی کو افریقیہ بھیج دی۔ عبداللہ بن عباس پانچ ماہ والی رہا قلعہ ارمنین اور قلعہ مشارعہ اس نے فتح کیے کہ اغلبیہ خاندان کا ممتاز رکن خفاجہ بن سفیان کو والیِ افریقیہ نے عبداللہ بن عباس کے بجائے والیِ صقلیہ کر دیا[۲]۔

خفاجہ بن سفیان

خفاجہ ابن سفیان بن سوادہ بن سفیان برادر اغلب بن سالم نے جمادی الاولیٰ ۲۴۸ھ میں افریقیہ سے صقلیہ آ کر عنانِ حکومت سنبھال لی

۱؎ ابن اثیر ج ۷، صفحہ ۲۲ ۲؎ البیان المغرب ترجمہ اردو۔ ص ۵۳۔

اپنے بیٹے محمود کو سپہ سالار کیا اور اس کی کمان میں لشکر دے کر سرقوسہ بھیجا مگر کامیابی نہ ہوئی۔ مالِ غنیمت لے کر محمود بلرم چلا آیا۔ ابھی ایک سال خفاجہ کو حکمرانی کرتے گزرا تھا کہ والیِ افریقیہ ابو ابراہیم احمد بن محمد بن اغلب اٹھائیس سال کی عمر میں بماہ ذیقعدہ ۲۴۹ھ میں فوت ہوگیا اس کا جانشین ابو محمد زیادۃ اللہ ثانی بن محمد بن اغلب ہوا۔ اس کی طرف سے بھی خفاجہ ہی والی رہا

خفاجہ نے محرم ۲۵۰ھ میں شہر نوطس کو جو سرقوسہ سے ایک مرحلہ پر واقع تھا بلاخون بہائے فتح کر لیا شہر پر اسلامی پرچم لہرا دیا گیا۔ مالِ غنیمت بہت ہاتھ آیا۔[1] پھر خفاجہ نے لشکر شکلہ کی طرف روانہ کیا، اس نے اس پر بھی قبضہ کیا ادھر یہ واقعات گزر رہے تھے، ابو محمد زیادۃ اللہ نے ایک سال چھ دن حکمرانی کر کے ۹ ذیقعدہ ۲۵۰ھ کو انتقال کیا اس کا جانشین ابو عبداللہ محمد بن احمد بن محمد بن اغلب ہوا اس والی نے بھی خفاجہ کو صقلیہ کی ولایت پر برقرار رکھا۔ خفاجہ نے سرقوسہ کی طرف اپنے لڑکے محمود کو معہ لشکر اسلام کے بھیجا رومی مقابل آئے۔ ایک ہزار ان کے لشکری کام آئے یہ واقعہ ۲۵۲ھ کا ہے اس کے دوسرے سال طبرمین کی طرف اسلامی لشکر روانہ ہوا۔ مگر اہلِ شہر نے خفاجہ سے امان طلب کی اور خود شہر سپرد کر دیا۔ یہاں کے انتظام کے بعد خفاجہ دوسری طرف متوجہ ہوا۔ بیزنطینی حکومت کا چراغ ہمیشہ کے لیے گل ہونے کے اسباب پیدا ہو چکے تھے۔ قیصر روم باسل کو اس خطرے نے چونکا دیا اور اس نے خفیہ ریشہ دوانیوں اور سازشوں کا

---

[1] ابن اثیر ج ، صفحہ ۶۹۔

جال مقبوضاتِ اسلامی میں پھیلا دیا۔ یہاں کے عیسائی باشندے بغاوت پر آمادہ ہوگئے۔ شہر طبرمین میں بغاوت رونما ہوئی۔ خفاجہ نے محمود کو بھیج کر غداری اور بدعہدی کا مزا عمائدِ شہر کو چکھا دیا۔ ۲۵۳ھ میں بغاوت کا استیصال ہوگیا۔ اسی طرح رغوس نے بھی سر اُٹھایا، خفاجہ نے اس کی بھی گوشمالی کر دی ایک شخص کو جلا وطن کر دیا اور تمام شہر پر کامل تصرف ہوگیا۔ دوسرے مقامات پر بھی باطل کے اُٹھائے ہوئے فتنے تھے وہ سب ملیا میٹ کر دیے گئے۔ مگر باسل مقدونی نے ایک جنگی بیڑا صقلیہ بھیجا، خفاجہ کو اطلاع ملی تو اس نے بھی ایک بیڑے کا محمد کو امیر البحر مقرر کر کے دشمن کے بیڑے کی نگرانی سپرد کی اور خود خفاجہ بلرم سے ۲۵۴ھ میں روانہ ہو کر ایک جگہ مقیم ہوا اور ایک دستہ فوج سرقوسہ روانہ کی، بیزنطینی بیڑہ بطریق کی سرکردگی میں صقلیہ پہنچا، جہاز سے فوج ساحل پر اتری، خفاجہ موقعہ پر معہ لشکر کے پہنچا۔ رومیوں سے سخت مقابلہ ہوا، مجاہدین نے ہزارہا عیسائیوں کو تہ تیغ کر دیا۔ رومی شکست کھا گئے، مسلمانوں کو مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ فتحیابی کے بعد خفاجہ سرقوسہ گیا مگر ناکام بلرم لوٹ آیا۔ اور ماہ رجب ۲۵۴ھ میں ایک عظیم الشان بیڑا محمد کی سرکردگی میں اٹلی روانہ کیا جو شہر غیطہ پہنچا اور محاصرہ کر لیا مگر ناکام رہا۔ مضافات سے مالِ غنیمت بہت ہاتھ لگا، جہاز بھر کے محمد بلرم واپس آگیا۔

اٹلی میں اسلامی مقبوضات مفرج بن سالم کی نگرانی میں تھے مگر مسلمانوں کی باہمی مخالفت میں کشت و خون کی نوبت پہنچی، مفرج اس کی نذر ہوگیا تو یہ تمام مقبوضات صقلیہ کی اسلامی حکومت کی نگرانی میں آگئے[۵]

---

[۵] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۷۰۔

خفاجہ نے سرقوسہ پر ربیع الاول ۲۵۵ھ میں چڑھائی کی رومی مقابلہ پر آئے ہمت و مردانگی کے وہ جوہر دکھائے کہ اسلامی لشکر کو بلرم واپس آنا پڑا۔ خفاجہ کا یہ سفر سفرِ آخرت تھا چنانچہ خفاجہ کو یکم رجب ۲۵۵ھ کو وادی بطن میں خلفون بن ابن زیاد نے قتل کر دیا، لاش بلرم لائی گئی اور دفن کی گئی[1]۔ اس کا جانشین مسلمانانِ صقلیہ نے اس کے لڑکے محمد کو کر دیا۔

محمد بن خفاجہ والیِ صقلیہ

والیِ افریقہ نے اس انتخاب کو بہ نظرِ استحسان دیکھا اور فرمانِ ولایت اور خلعت محمد کے نام بھیجا۔ محمد نے اپنے چچا عبداللہ بن سفیان کو امیر لشکر کیا جس نے نواح سرقوسہ پر فوج کشی کی مگر ناکام لوٹا۔

حکومت بیزنطینی نے مالٹا جس پر مسلمانوں کا قبضہ تھا حملہ کر دیا۔ محمد بن خفاجہ نے یہ خبر سنتے ہی اسلامی لشکر بھیج دیا، جس نے رومیوں کو مار بھگایا اور مالٹا میں اسلامی حکومت برقرار رہی[2]۔

محمد بن خفاجہ کو انتظامِ حکومت سنبھالے دو برس ہوئے تھے کہ اس کے خواجہ سرا نے ۳۔ رجب ۲۵۷ھ کو اس کا کام تمام کر دیا۔ مسلمانانِ صقلیہ نے محمد بن ابی الحسین کو عارضی اپنا والی مقرر کر لیا۔ مگر والیِ افریقہ نے ابن ابی الحسین کے بجائے رباح بن یعقوب کو ولایتِ صقلیہ پر مقرر کیا۔

---

[1] ابن اثیر۔ ج ۷۔ ص ۱۷۔ [2] ایضاً ص ۱۷۔

رباح بن یعقوب

رباح کے بھائی عبداللہ بن یعقوب کو مقبوضاتِ ایطالیہ کا والی بنا کر اٹلی روانہ کیا تاکہ اسلامی مقبوضات حکومتِ صقلیہ سے الگ ایک جدید حکومت کے ماتحت رہے۔ مگر ہر دو بھائی کچھ روز بھی حکمرانی نہ کر سکے۔ محرم ۲۵۸ھ کو رباح فوت ہوا اور صفر میں عبداللہ نے سفر آخرت اختیار کیا۔ رباح کا جانشین حسین بن رباح ہوا اور ابوالعباس بن یعقوب بن عبداللہ نے جنوبی اٹلی کی حکومت ہاتھ میں لی، مگر اس کی عمر نے بھی وفا نہ کی، ربیع الآخر ۲۵۸ھ میں وہ بھی فوت ہو گیا۔ اس کا بھائی تخت نشین ہوا مگر حکومت سنبھال نہ سکا۔

یونانی شاہ اٹلی کی فوج تین سال سے مسلمانوں کا مقابلہ کر رہی تھی آخر شہر باری مسلمانوں کے قبضہ سے نکل گیا، اس کے بعد شہر سلرنو بھی ہاتھ سے جاتا رہا۔ مرکزی شہر مسلمانوں کے لیے شہر طارنت قرار پایا[1]

حسین بن رباح

حسین کی ولایت کی تصدیق والیِ افریقہ نے بھیجدی اس نے بھی سرقوسہ پر حملہ کیا، رومیوں نے صلح کر کے مسلمان قیدی رہا کر دیئے۔ یکایک والیِ افریقہ نے حسین کو معزول کر کے عبداللہ بن محمد کو والیِ صقلیہ مقرر کر دیا۔

---

[1] تاریخ عرب موسیو سیدیو۔

عبداللہ بن محمد

عبداللہ سابق والیِ صقلیہ محمد بن عبداللہ بن ابراہیم بن اغلب کا فرزند تھا کچھ عرصہ صقلیہ میں رہا پھر والیِ افریقیہ نے طرابلس الغرب کا والی کر دیا اور اس کے بجائے ابو ملک احمد بن عمر بن عبداللہ بن ابراہیم المعروف بہ حبشی والی صقلیہ مقرر ہوا اس نے زمامِ حکمرانی ہاتھ میں لی اس اثنا میں ابو عبداللہ محمد بن احمد والیِ افریقیہ نے دس سال پانچ ماہ ولایت افریقیہ پر سرفراز رہ کر ۲ جمادی الاولیٰ ۲۶۱ھ کو وفات پائی۔ انتقال سے چند دن پیشتر اپنے نابالغ لڑکے ابو عقال کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا مگر اس کے بھائی نے اس کی زندگی میں ابو عقال کی تصدیق کر دی تھی، بعد کو ابو عقال کو رد کر کے خود تختِ حکومت پر بیٹھ گیا۔ یہ بیدار مغز فرمانروا ثابت ہوا، خود صاحبِ علم و فضل تھا۔ نظامِ حکومت کو قابلیت سے چلایا، اس نے صقلیہ پر ابو ملک احمد حبشی مذکور والیِ صقلیہ کو برقرار رکھا، مگر حبشی کی فوج کشیاں ناکام رہیں۔ ابراہیم نے اس کو معزول کیا اور امیر جعفر بن محمد کو والیِ صقلیہ کر دیا۔[1]

جعفر بن محمد والی صقلیہ

جعفر ابراہیم والیِ افریقیہ کا مصاحب تھا، ایک لشکر کے ساتھ ۲۶۲ھ میں صقلیہ پہنچا، لشکر میں زیادہ تر موالی اغالبہ تھے۔ یہ موالی بڑے شورہ پشت

---

[1] تاریخ صقلیہ ج ۱ ص ۲۳۳۔

اور حکومت کے سیاسی مجرم بھی رہ چکے تھے۔

ابراہیم نے ہم خاندان افراد کو جو مخالف تھے ان کو بھی صقلیہ بھیج دیا۔ جس میں اغلب بن محمد۔ اغلب بن احمد۔ ابو عقال بن احمد۔ یہ شہزادے محل میں نظر بند رکھے گئے۔

زمامِ حکمرانی ہاتھ میں لے کر جعفر نے سرقوسہ کی فتح کی طرف توجہ کی عظیم الشان لشکر مرتب کیا، جو ہر قسم کے آلاتِ جنگ منجنیق وغیرہ سے مسلح تھا یہ لشکر بلرم روانہ ہوا، رومی مقبوضات کے اہم شہروں قطانیہ، طبرمین اور رمطہ کے گرد گشت لگایا، ہر جگہ سے سامانِ رسد فراہم کیا۔ اور سرقوسہ کا محاصرہ کر لیا۔ اس کے علاوہ بحری لشکر بھی بلرم سے پہنچ گیا۔ اہلِ سرقوسہ نے بھی مقابلہ کی تیاری کر لی تھی۔ پہلے ربض سرقوسہ پر اسلامی لشکر نے قبضہ کیا۔ سر بفلک محل، خوشنما مکانات مقدس عبادت گاہیں مل گئیں یہیں مقیم ہو کر محاصرہ کی بہ اطمینان کارروائیاں کی جانے لگیں۔

قسطنطنیہ سے سرقوسہ کی مدد کے لیے بحری بیڑا آیا مگر جعفر کے بیڑے نے مقابلہ کر کے رومیوں کو تہ تیغ کیا اور کل جہازوں پر قبضہ کر لیا۔[1]

جعفر سرقوسہ کے محاصرہ کا مکمل انتظام کر کے بلرم آیا، اغلبی شہزادوں نے اس کے غلاموں کو مال و زر کی طمع دے کر تیار کر رکھا تھا چنانچہ جعفر نماز کے لیے محل سے نکلا تھا غلام ٹوٹ پڑے اور ایک ہی حملہ میں قتل کر ڈالا اور ابراہیم کا چچا اغلب بن محمد جو نظر بند تھا، اس نے حکومت پر قبضہ کر لیا۔

---

[1] ابن اثیر ج ۷، صفحہ ۲۲۲

اغلب بن محمد متغلب صقلیہ

اغلب نے اپنے ہواخواہوں کو جمع کیا اور ایک لشکر مرتب کر کے اپنے لڑکے احمد کی سرکردگی میں سرقوسہ روانہ کیا۔ احمد نے پہنچ کر محاصرہ کی نگرانی اپنے ہاتھ میں لے لی۔[1]

محاصرہ نوماہ تک جاری رہا۔ ۱۴۔ رمضان ۲۶۴ھ کو سرقوسہ فتح ہوگیا، رومیوں نے بھی داد شجاعت دی مگر مجاہدین کی جانبازی کے سامنے اسلحہ ڈالنے پڑے۔ دولتمند شہر تھا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ کہا جاتا ہے دس لاکھ بیزنطینی سکہ کی مالیت تھی۔ فتح کے بعد لشکر دو مہینے مقیم رہا۔ شہر کے قدیم باشندے جنگ سے پہلے بہت کچھ ترکِ وطن کر گئے تھے، جو جنگ میں شریک تھے وہ تیغ اجل کا شکار ہوئے۔ یہاں بجز مسلمان فاتحوں کے شہر میں کوئی نظر نہیں آتا تھا۔ اغلب نے بلرم سے احمد فاتح سرقوسہ کو لکھ بھیجا کہ سرقوسہ کو منہدم کرا دیا جائے۔ چنانچہ اس پُر عظمت تاریخی شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی۔

حکومت بیزنطینی قسطنطینیہ کا بحری بیڑہ سرقوسہ کی بازیافت کے لیے آیا اسلامی بیڑا تیار کھڑا تھا اس نے مقابلہ کیا، رومی ہزار ہا کھیت رہے چار جہاز مسلمانوں کے قبضہ میں آئے۔ عیسائی بھگوڑے راہِ فرار اختیار کر گئے سلسلہ محاربات کی یہ آخری کڑی تھی۔[2]

---

[1] اعمال الاعلام [2] ابن اثیر ج ۷، ص ۲۲۲

اسلامی لشکر بعد کامرانی ذیقعدہ ۲۶۴ھ میں بلرم واپس آگیا۔ کچھ زمانہ بعد سرقوسہ پھر مسلمانوں نے آباد کرنا شروع کر دیا۔ دیگر قوم کے لوگ بھی آباد ہو گئے رفتہ رفتہ اچھے خاصے شہر کی حیثیت اختیار کر لی۔

فتح سرقوسہ کو دو ماہ بھی نہیں گزرے تھے کہ باشندگانِ صقلیہ نے ماہ محرم ۲۶۵ھ میں غالب بن محمد، ابو عقال کے تمام ساتھیوں کو گرفتار کر کے افریقہ بھیج دیا جہاں جعفر کے قتل کے سلسلہ میں ان کو سزائے موت دیدی گئی۔[۱]

ابراہیم اغلبی نے اپنے بیٹے ابوالاغلب کو ۲۶۵ھ میں صقلیہ کا والی بنا کر بھیجا۔ مگر اہلِ صقلیہ نے اس کے خلاف شورش پھیلا دی مجبوراً ابوالاغلب افریقہ واپس گیا اور حسین بن رباح صقلیہ کا والی مقرر ہوا، اس کے زمانہ میں رومیوں کا بیڑا ایک سو چالیس جہازوں کا حملہ آور ہوا، خونریز جنگ کے بعد مسلمانوں کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ اور اسلامی بیڑے کے جہاز بھی گرفتار کر کے قسطنطنیہ لے جائے گئے۔ والی افریقہ نے اس کو ولایت سے معزول کر کے حسن بن عباس کو والیِ مقرر کیا مگر اس کے عہد میں بھی مسلمان رومیوں کے مقابلہ میں ناکام رہے۔ آخر میں ابوالحسین محمد بن فضل کو صقلیہ کا والی مقرر کیا اور حسن کو معزول کر دیا۔ ابوالحسین ۲۶۸ھ میں صقلیہ پہنچا اس نے طرمین پر حملہ کیا اور قطانیہ کو تاخت و تاراج کر ڈالا۔ اس اثنا میں قسطنطنیہ سے بیڑہ آیا اس سے معرکہ ہوا۔ رومی شکست یاب ہوئے۔ بیزنطینی ایک نیا دار الحکومت صقلیہ میں بنا رہے تھے اس کو بھی محمد بن فضل نے فتح کر لیا۔ مال و

---

[۱] البیان المغرب ترجمہ اردو۔ ص ۱۵۹۔

اسباب مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ محمد بن فضل دوسری مہم کا آغاز نہ کرنے پایا تھا
کہ ربیع الاول ۲۷۰ھ میں محمد بن فضل معزول کر دیا گیا اور قیروان سے علی
بن محمد بن ابی الفوارس صقلیہ کا والی مقرر ہو کر آیا۔ مگر چند روزہ اس کی حکومت
کا دور رہا، یہ بھی دربارِ قیروان سے معزول کر دیا گیا۔ اس کی بجائے حسین بن
احمد مقرر ہوا جس نے رمطہ پر فوج کشی کی لیکن یکایک بیمار ہو گیا اور ماہ
شعبان ۲۷۱ھ میں اس کی وفات ہوئی۔ اس کے بعد سوادہ بن محمد ولایت
صقلیہ پر بھیجا گیا اس نے عنانِ حکومت ہاتھ میں لے کر طبرمین پر حملہ کیا
حاکمِ طبرمین نے صلح چند ماہ کے لیے کر لی میعاد گزرنے پر فوج کشی کی مال
اور قیدی لے کر بلرم لوٹ آیا۔ یہی وہ زمانہ تھا کہ جنوبی اٹلی کے دو اسلامی
شہر بیزنطینی حکومت کے قبضہ میں چلے گئے۔ یہ امیر البحر نجفور کی کارگزاری
تھی۔ شہر سیربنہ اور شہر منیتہ پر بیزنطینی علم لہرانے لگے۔ مسلمان شہروں سے
نکل کر صقلیہ آ گئے، یہاں شورش پسندوں نے والی کے خلاف بغاوت
کر دی۔ امرائے صقلیہ میں سے یعقوب بن بکر اور والی کو گرفتار کر کے افریقیہ
روانہ کر دیا۔ ابوالعباس بن علی نے نظم و نسق عارضی طور سے سنبھالا۔ ابو
مالک احمد بن عمر المعروف بہ حبشی ۲۷۲ھ میں والی مقرر ہوا۔ جس نے طبرمین،
قطانیہ اور رمطہ پر فوج کشی کی مگر ناکامیاب رہا۔ جنوبی اٹلی پر توجہ کی یہاں
بھی کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا۔ اس اثنا میں ابراہیم فرمانروائے افریقیہ نے
نصر بن صمصامہ حاجب کو مع اہلِ خاندان کے قتل کر دیا اور اس کے بجائے
حسن بن نافذ حاجب مقرر ہوا۔ اس نے ابوملک کو معزول کر کے ابوالحسن احمد

بن فضل کو دوبارا والیِ صقلیہ مقرر کیا۔ اس نے بھی رومی علاقہ کو تاراج کیا۔ ۲۷۹ھ سے ۲۸۴ھ تک یہ والی رہا[۱] احمد بن نافذ نے اس کو معزول کر کے اپنے لڑکے حسن کو صقلیہ کا والی مقرر کردیا۔ ایک سال بعد ابراہیم نے اس کو معزول کر کے ابو ملاب کو مقرر کردیا۔ مگر صقلیہ میں باغی زور پکڑ چکے تھے انہوں نے بلرم پر قبضہ کیا، ابو ملک فرار ہونے پر مجبور ہوا، آخرش ابراہیم نے اپنے شہزادہ ابوالعباس کو افریقہ سے صقلیہ بھیجا[۱]

ابوالعباس بن ابراہیم اغلبی

ابوالعباس ۲۸۷ھ میں صقلیہ آیا اور آتے ہی ولایت کو سنبھالا اپنے ساتھ کافی لشکر بری و بحری افریقہ سے لایا تھا، پہلے طرابنش پر قبضہ کیا۔ بلرم کے عمائد و اکابر قاضی صقلیہ کی سرکردگی میں ابوالعباس کی خدمت میں حاضر ہو کر کامل اطاعت و انقیاد اور وفاداری کا یقین دلایا مگر ابو العباس نے وفد سے کہا "چند روز بعد جواب دونگا" جرجنت کا وفد آیا جو حکومت کا موافق تھا اور باغیوں سے مقابلہ کر رہا تھا، اس نے ساکنانِ بلرم کے مکر و کید سے آگاہ کردیا۔ ابوالعباس نے جو سرغنہ تھے ان کو گرفتار کرلیا، اور قاضی کو بھیجا کہ دوسرے لوگوں کو اطاعت پر آمادہ کرے۔ مگر شورش پسند بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔ ابوالعباس نے افریقی لشکر سے باغیوں کی سرکوبی کرادی۔ ممتاز افراد مع اہل و عیال کے بلرم چھوڑ گئے۔ رکونیہ جو سرگروہ

---

[۱] ابن اثیر ج ۷۔ ص ۳۴۹۔

تھا وہ بھی اسی جماعت کے ساتھ قسطنطینیہ چلا گیا۔ شہر بلرم میں امن وامان ہوگیا تو ابوالعباس رمضان ۲۸۷ھ کو بلرم میں داخل ہوا۔ غرضکہ ابوالعباس نے فتنہ وفساد کو ختم کرنے کے بعد ملک کا نظم ونسق سنبھالا[1]

اس کے بعد جنوبی اٹلی کے وہ مقبوضات جو زیر نگین اسلام تھے رومیوں کے قبضہ میں آگئے تھے ان کے واپس لینے کی طرف متوجہ ہوا ربیع الآخر ۲۸۸ھ میں ایک عظیم الشان بیڑہ بندرگاہ بلرم سے روانہ کیا صقلیہ کے ایک رومی شہر دیمونی پہنچا کر ابوالعباس خود آموجود ہوا وہ بیڑے کو لے کر مسینا آیا او یہاں سے ریو جا کر اس کا محاصرہ کر لیا۔ خونریز جنگ کے بعد فاتحانہ مسلمان شہر میں داخل ہوگئے۔ یہاں مالِ غنیمت بہت ہاتھ آیا پھر نیپلس املفی، سالرنو کی طرف توجہ کی۔ رومیوں نے صلح کر لی غرضکہ پایۂ روما کے حدودِ حکومت میں مسلمان پہنچ گئے۔ ابوالعباس نے اسلامی لشکر کو آگے بڑھایا۔ شہر روما کی شہر پناہ کا دروازہ سامنے تھا کہ پوپ کی استدعا کو قبول کیا، پوپ یوحنا نے جزیہ دینے کی شرط کو خوشی سے منظور کیا کہ پچیس ہزار رطل چاندی سالانہ والیٔ صقلیہ کی خدمت میں بھیجا کریگا۔ اس طرح ابوالعباس فاتحِ سلطنت کلیسا پوپ کو باجگزار بنا کر مسینا لوٹ گیا۔ یہاں رومی بیڑہ منڈلا رہا تھا، اس سے بھی مقابلہ کیا اور شکست دے کر بلرم پہنچا کہ ۲۸۹ھ میں ابراہیم کا فرمان پہنچا کہ افریقہ واپس چلا آئے۔ چنانچہ شہزادہ ابوالعباس صقلیہ کی حکومت اپنے دونوں لڑکوں ابومضر اور ابومعد کے سپرد کر کے افریقہ

---

[1] ابن اثیر۔ ج ۷، ص ۳۴۹۔

روانہ ہوگیا۔ ماہ ربیع الاول ۲۸۹ھ میں ٹیونس پہنچا اور ابراہیم اغلبی اس کے حق میں حکومت سے دستبردار ہوگیا۔

ابراہیم نے اپنے ابتدائی عہد میں اپنی مملکت کا بہترین انتظام کیا تھا مگر پھر اس میں مراقی حالت پیدا ہوگئی تھی اس نے ذرا سے قصور پر ذمہ دار ارکانِ حکومت کو قتل کرانا شروع کردیا۔ تمام ملک میں اس کے ظلم سے بدامنی شروع ہوگئی۔ صوبہ دار اس سے برگشتہ ہوگئے اور اس کے طرق کار سے تعلقات منقطع کرنے شروع کردیے۔ اس زمانہ میں بربریوں میں تحریکِ اسمٰعیلی شروع ہوگئی، ابوعبداللہ یمنی نے شیعیت کی اشاعت کی اور عوام کو دولتِ اغالبہ سے بھڑکا دیا۔ المعتضد باللہ عباسی خلیفہ کو اس تحریک کا علم ہوا اُس نے ابراہیم کو حکومت سے دست بردار ہونے کا حکم بھیجا یہ علیٰحدہ ہوکر حج کے ارادے سے قیروان سے رخصت ہوا اور سوسہ میں صوفیہ لباس میں آیا وہاں سے صقلیہ چلا آیا۔ ابراہیم نے اپنے ذاتی خزانہ کو ساتھ لے لیا تھا۔ پہلے طرابنیش میں قیام کیا یہاں مختصر سی فوج تیار کی جو آلاتِ حرب سے آراستہ تھی۔ ۲۸۔ رجب ۲۸۹ھ کو بلرم میں شان و شوکت سے داخل ہوا۔ شاہی انعام و اکرام سے عُمّالِ حکومت کو مالا مال کردیا۔ تمام باشندگان صقلیہ کے قلوب تھوڑے ہی دنوں میں مسخر کرلیے، داد و دہش سے ہر کس و ناکس ابراہیم کے اشاروں پر چلنے لگا۔

صقلیہ کی اسلامی فوج ابو مضر کی قیادت میں پہلے سے تیار تھی چنانچہ صقلیہ کے رومی مقبوضات کے چپہ چپہ کو زیرنگیں کرنے کے لیے

اسلامی لشکر کو اپنی سرکردگی میں لیا اور رجب ۲۸۹ھ میں بلرم سے روانہ ہو گیا۔ شہر بر طینق کا محاصرہ کر لیا اور بزورِ شمشیر شہر میں داخل ہوا اور اہلِ شہر کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آیا۔ یہاں کا انتظام کر کے طبرمین کی سمت بڑھا۔ اس کو سرقوسہ کے بھگوڑے رومیوں نے جمع ہو کر اپنا مرکز بنا لیا تھا، لشکر صف در صف مورچہ جمائے مسلمانوں سے مقابلہ کے لیے تیار ملا۔ ابراہیم نے فوراً اسلامی لشکر کو حملہ کا حکم دیا۔ مجاہدین نے اپنی سرفروشی کا وہ مظاہرہ کیا کہ رومی کھیرے لکڑی کی طرح کٹنے لگے آخرش رومی شہر کی طرف پسپا ہو کر بھاگے، ابراہیم بھی تعاقب کرتا ہوا پھاٹک تک پہنچ گیا اور پھر تمام مجاہدین طبرمین میں داخل ہو گئے۔ باشندوں نے پہلے سے راہِ فرار اختیار کر لی تھی ساحل پر کشتیاں کھڑی تھیں موقع پاتے ہی اس میں سوار ہو کر جزیرہ کو خیرباد کہہ گئے۔ جو باقی رہ گئے تھے وہ قلعہ بند ہو کر مقابلہ پر آمادہ ہوئے، معمولی مقابلہ کے بعد قلعہ فتح ہو گیا ان میں سے بہت سے تہ تیغ کر دیے گئے اور جو بچ رہے ان کی بار بار کی شورا پشتی پر طوقِ غلامی ان کی گردنوں میں ڈال دیا۔ شہر اور قلعہ کی دولت و ثروت مسلمانوں کے قبضہ میں آئی۔ طبرمین سرزمینِ صقلیہ میں حکومت بیزنطینی قسطنطینیہ کا سب سے آخری باجگذار شہر تھا اس کے سقوط کے ساتھ ہی صقلیہ سے حکومت بیزنطینی کا جنازہ نکل گیا۔

قسطنطنیہ میں سقوطِ طبرمین کی خبر سے صفِ ماتم بچھ گئی، قیصر سوم نے سر سے تاج اُتار کر پھینک دیا اور مسلمانانِ صقلیہ سے انتقام

لینے کے لیے فوج کی تیاری شروع کر دی۔ ابراہیم کو خبر لگی اس نے یہ خبر اڑا دی کہ اسلامی لشکر قسطنطنیہ پر حملہ کرنے آرہا ہے۔ قیصر نے اپنے مورچوں کی حفاظت پر فوج کو مامور کر دیا، شب و روز عربوں کے بیڑے کا انتظار ہونے لگا۔

ابراہیم نے چھوٹے چھوٹے قلعوں کی تسخیر کے لیے اپنے پوتے ابو مضر زیادۃ اللہ کو بھیجا شہر میقش پر بلا مزاحمت کے ابو مضر نے قبضہ کیا اور اپنے دوسرے لڑکے ابوالاغلب کو دیمش بھیجا اس نے بھی بلا دقت کے شہر پر قبضہ جمایا۔ اسی طرح رمطہ، لیاج پر ابو حجر۔ سعدون الجلوی کو بھیجا اہل شہر نے جزیہ کی شرط پر صلح کرنا چاہی مگر ابراہیم نے قبول نہ کی اور ان کو قلعوں سے باہر نکال دیا، اور قلعے مسمار کرا دیے گئے۔ لیاج رومیوں کا آخری مامن تھا۔ اب حکومت بزنطینی کا نام و نشان نہ رہا۔ صقلیہ کے چپہ چپہ پر اسلامی رائت لہرانے لگا۔ قاضی اسد بن فرات کے ہاتھوں سے فتح صقلیہ کی اصل مہم شروع ہوئی اور ابراہیم بن احمد اغلبی والی افریقہ کے ہاتھوں پورے اٹھتر برس میں اتمام کو پہنچی۔

اب ابراہیم نے جنوبی اٹلی کے مقبوضات کی طرف توجہ منعطف کی طرمین سے مسینا پہنچا اور صوبہ قلوریہ (کلبریہ) روانہ ہوا یہاں پہنچ کر اسلامی لشکر کے دستے جا بجا پھیلا دیے۔ جہاں جہاں نصرانی فوجیں مقابلہ میں آئیں پسپا ہوئیں کسنتہ پر معرکہ کارزار گرم ہوا کہ ابراہیم مرضِ اسہال میں مبتلا ہو گیا۔ جب حالت دگرگوں ہونے لگی اور زندگی سے

مایوس ہو گیا تو ابو مضر زیادۃ اللہ کو فوج کی قیادت سپرد کی اور والیٔ صقلیہ مقرر کیا۔ شب شنبہ ۱۹ ذیقعدہ ۲۸۹ھ کو ابراہیم کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ ابو مضر نے کسنتہ کے محاصرہ کو یکسو کرنا چاہا۔ محصورین نے دوبارہ صلح کا پیغام دیا جزیہ کی شرط پر درخواست منظور کر لی گئی اور محاصرہ اُٹھا لیا گیا۔ اور اسلامی لشکر کو اطراف و جوانب سے جمع کر کے جدامجد کی لاش کو لے کر ابو مضر بلرم چلا آیا۔ اور ابراہیم کی تجہیز و تکفین کے مراسم ادا کیے اور عالی شان مقبرہ اس کی قبر پر تعمیر کرا دیا۔[1]

ابو مضر نے قصرِ حکومت میں رنگ رلیاں منانا شروع کر دیں۔ شب و روز شراب میں دُھت رہتا۔ اس کے عیش و عشرت کی خبر ابوالعباس فرمانروائے افریقہ کو پہنچی اس نے ابو مضر کو افریقہ بلا کر قید خانہ میں ڈال دیا اور اس کے بجائے محمد بن سرقوسی کو صقلیہ کی ولایت سپرد کی۔

محمد بن سرقوسی

محمد بن سرقوسی نے ۲۹۰ھ میں صقلیہ کی حکومت سنبھالی چند ماہ بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ ابو مضر نے قید خانہ میں اپنے باپ ابوالعباس کے خلاف سازش کر کے تین صقلبی غلاموں کے ذریعہ شب چہارشنبہ شعبان ۲۹۰ھ میں قتل کرا ڈالا اور خود تختِ حکومت پر قابض ہو گیا، اور سب سے

---

[1] البیان المغرب۔ ص ۱۸۱۔

پہلے ابن سرقوسی کو معزول کیا اور اس کے بجائے علی بن محمد بن ابی الفوارس کو صقلیہ کا والی مقرر کردیا۔ چند روز یہ والی رہا، ابو مضر نے احمد بن ابی الحسین بن رباح کو ولایتِ صقلیہ سپرد کی[1] لیکن احمد آخری اغلبی والی ثابت ہوا۔

احمد بن ابی الحسین بن رباح

ابو مضر نے برسرِ حکومت آتے ہی افریقہ میں کشت و خون کا بازار گرم کردیا، ملک اس کے خلاف ہوگیا، اس نے اپنے خیر خواہ اقارب تک کو قتل کردیا، نظم و نسق بگڑنے لگا۔ یہ لہو و لعب میں مبتلا تھا، ارکانِ حکومت اس سے بیزار تھے ادھر دعوتِ اسمٰعیلی شباب پر پہنچ چکی تھی، اغالبہ کا دستِ راست احول جو اس تحریک کو دبائے ہوئے تھا، اس کو بھی مروا چکا تھا اب اس سیلاب کو روکنے والا کوئی نہ تھا۔ اس زمانہ میں داعیِ دعاۃ ابو عبداللہ یمنی نے فرقۂ اسماعیلی شیعی کے امام ابو عبیداللہ المہدی کو افریقہ بلالیا اور اس کو بادشاہ بناکر بربریوں کا لشکر لے کر دولتِ اغلبیہ کے ملک فتح کرلیے۔ ابو مضر میں مقابلہ کی طاقت ہوتے ہوئے وہ بزدلی دکھا گیا۔ اور تاج و تخت چھوڑ کر ۲۶ جمادی الآخر ۲۹۶ھ کو اغالبہ کا یہ آخری تاجدار قصرِ شاہی سے جس قدر دولت و ثروت کا انبار ساتھ لیجا سکتا تھا اونٹوں پر لاد کر اہل و عیال کو چھوڑ کر رقادہ سے فرار ہوا۔

---

[1] نہایت الارب صفحہ ۴۳۳۔

ابومضر کے جانے کے بعد ابراہیم بن ابی اغلب نے باشندگان قیروان سے حلفِ اطاعت لیا اور اسمٰعیلی فوج کے مقابلہ کے لیے آمادہ کیا، مگر وہ لوگ جلد منحرف ہو گئے۔ ابراہیم نے بھی قیروان سے ترکِ وطن کیا اور ابومضر سے جا ملا۔

آخری اغلبی تاجدار کا انجام

ابومضر طرابلس ہوتا ہوا مصر پہنچا، یہاں بھی چین نہ ملا، رملہ گیا یہاں ۲۹۷ھ میں آغوشِ لحد میں جا کر سو رہا۔ دولتِ اغالبہ کا آفتابِ اقبال جو ایک سو گیارہ سال اور چند مہینے تک سرزمین افریقہ کو اپنی تابانی و درخشانی سے منور کرتا رہا ۲۶۔ جمادی الاخریٰ ۲۹۶ھ کو ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا[1]۔

صقلیہ پر بھی ان حادثات و انقلاب کا اثر پڑے بغیر نہ رہا۔ والیِ صقلیہ احمد بن ابی الحسین بن رباح نے بہت کچھ حالت صقلیہ کی سنبھالنا چاہی مگر ابی الفوارس جو اس سے پہلے والی تھا اس نے عبیداللہ مہدی سے ساز باز کر لیا اور اپنے ساتھیوں کو لے کر والی کے گھر کو گھیر لیا اور دھوکے سے گرفتار کر لیا اور اس کا مال و متاع سب لوٹ لیا۔ یہ واقعہ ۱۱۔ رجب ۲۹۶ھ کا ہے۔ احمد بن ابی الحسین کو پابہ زنجیر افریقہ بھیج دیا۔

---

[1] تاریخ صقلیہ ج ۱۔ ص ۲۸۲

علی بن محمد بن ابی الفوارس

علی بن محمد نے اہلِ صقلیہ سے اپنی ولایت کے لیے محضر تیار کرا کر عبید اللہ مہدی کے پاس بھجوا دیا۔ عبید اللہ نے درخواست منظور کر لی اور دولتِ فاطمی افریقہ کا صقلیہ میں سب سے پہلا والی علی بن محمد مقرر ہوا اور سندِ ولایت کے ساتھ بری و بحری حملہ جاری کرنے کا حکم دے دیا[۱]۔ مگر کچھ عرصہ بعد ہی علی اپنی استدعا پر افریقہ پہنچا تو قید کر لیا گیا[۲] اور عبید اللہ مہدی نے اپنے خاص معتمد حسن بن احمد بن ابی الخنزیر کو صقلیہ کی ولایت پر روانہ کیا۔

دولتِ اغالبہ

خلفائے بنو عباس نے اپنی سیاسی توجہ صرف مشرق ہی کی طرف رکھی جہاں ان کی فتوحات کافی ہوئیں۔ اور مغرب، اندلس، صقلیہ وغیرہ کی طرف زیادہ توجہ نہ کی۔ بلکہ شمالی افریقہ کی حد تک سیادت پر اکتفا کیا جس کا سبب سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا تھا کہ اندلس میں ہشام بن عبد الملک اموی دسویں خلیفۂ دمشق کے پوتے عبد الرحمٰن الداخل نے اپنی عظیم حکومت قائم کر کے دمشقی بنی امیہ کی تلافی ہی نہیں بلکہ وقار اور عظمت میں اضافہ کیا اور ان کی یاد تازہ کرا دی۔ اس لیے بنو عباس نے معمولی کام کوشش کے بعد ہسپانیہ کی سیادت سے ہاتھ اٹھا لیا۔ اور افریقہ کو حسب حال اپنے ماتحت صوبہ

۱؎ نہایت الارب صفحہ ۴۳۴ ۲؎ ابن اثیر ج ۸ ص ۳۸

رکھا لیکن فی الحقیقت بنی عباس کی حکومت کا دائرہ شرقاً غرباً اتنا وسیع ہوگیا تھا کہ اس کی سنبھال بہت دشوار تھی۔ پھر بھی جتنے عرصہ تک اس وسیع حکومت کو ایک نظام کے تحت پُرامن رکھا گیا وہ کچھ کم تعجب خیز نہیں ہے۔ درحالیکہ آمد و رفت اور معلومات اطلاعات کے ذرائع میں جو دشواریاں تھیں وہ محتاجِ بیان نہیں۔

چونکہ بنو عباس نے مشرق میں مزید فتوحات کی تھیں اس لیے وسیع تر ہوگئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ صوبوں کے حکمرانوں نے خود مختاری کا طریقہ اختیار کرنا شروع کیا۔ البتہ سکّہ و خطبہ خلیفہ کے نام کا ہوتا تھا یعنی سیادت تسلیم کرتے ہوئے اندرونی طور پر سیاہ و سفید کے مالک تھے یہی صورت افریقہ کے صوبہ کی خلیفہ ہارون رشید کے زمانہ میں تھی اس لیے خلیفہ ہارون رشید نے بہترین سیاست سے کام لے کر افریقہ کے صوبہ کو ۱۸۴ھ مطابق ۸۰۳ء میں حکومت خود اختیاری دے کر ابراہیم بن اغلب کو اس کی امارت سپرد کردی جس کی تفصیل خلافت بنی عباس اور تاریخ مصر میں لکھی جا چکی ہے۔

چنانچہ اغلبی گھرانے کے کل گیارہ امیر اس پر حکمراں ہوئے جنہوں نے پورے ایک سو بارہ سال حکمرانی کی یہی وہ حکومت تھی جس نے اسلامی بحری سیادت کو خاص طور پر بحیرۂ روم میں عروج پر پہنچایا اور جس نے جزائر سرڈانیہ، صقلیہ (سسلی)، اور مالٹا پر قبضہ کرلیا تھا، مورخین کا بیان ہے کہ مسلمانوں نے بحری قوت کے اعتبار سے کسی زمانہ میں

شہرت نہیں حاصل کی جو ان کو "اغلبیوں کے زمانے میں ہوئی۔ اس عہد میں غلام زرافہ نے جس کو مغربی مورخین لیون طرابلسی لکھتے ہیں مشرقی بحیرۂ روم اور بحر الجزائر میں شجاعانہ اور مدبرانہ حملہ کر کے حقیقی امیر البحری کا لقب حاصل کیا، اسی عہد میں ابو حفص عمر اندلسی بلوطی نے مغربی بحیرۂ روم کو اپنے قبضہ میں کر کے بحری جنگ میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا

افریقیہ میں بنو اغلب کی خود مختار یا آزاد حکومت ایک سو بارہ سال سے زائد نہ رہی اس کے بعد ۲۹۶ھ مطابق ۹۰۸ء میں بنو اغلب کے آخری حکمراں ابو النصر زیادۃ اللہ کی شراب خواری اور زیادتیوں نے اغلبیوں کے عہد کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا۔ ابو الفدائے نے لکھا ہے کہ اس زمانہ میں جبکہ ابو النصر عیاشی کے ساتھ ظلم و زیادتیاں بھی کر رہا تھا، ابو عبداللہ یمنی مغرب میں بنو فاطمہ کی طرف سے نہ صرف لوگوں کو دعوت شیعیت دے رہا تھا بلکہ ان کو حکومت کے مقابلہ کے لیے تیار بھی کر رہا تھا۔ ابو النصر کی مخمور آنکھیں اس وقت کھلیں جب ابو عبداللہ داعی کی تیاری مکمل ہو چکی تھی۔ تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ کیونکہ ایک طرف تمام ملک اس کے لہو و لعب اور زیادتیوں سے عاجز، دوسری طرف بنو فاطمہ کا داعی مقابلہ کے لیے تیار۔ ابو النصر کی فوجی کارروائی مضر ثابت ہوئی اور اس کو ملک چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ در بدر مارا مارا پھرا۔ مقتدر عباسی سے مدد مانگی جو ملی، لیکن والئے بر شراب و عیاشی جس نے غربت میں بھی ساتھ نہ چھوڑا لہذا وہ مدد بھی مفید نہ ہوئی اور اس کو مجبوراً ہمیشہ کے لیے نہ صرف اپنے

ملک کو خیرباد کہنا پڑا بلکہ فلسطین کے قصبہ رملہ میں پہنچ کر دنیا بھی چھوڑنی پڑی اس وقت سے افریقیہ یا ٹیونس کی حکومت بنو فاطمہ کی طرف منتقل ہوئی۔

اغلبی خاندان جب تک صقلیہ پر صاحبِ اقتدار رہا مسلمانوں میں جہاد کا شوق رہا اور جو شاہزادے یہاں والی ہو کر آتے ان میں ہر ایک فتوحات کا شائق ہوتا اور اسلام پھیلانے کی کوشش کرتا۔ صقلیہ میں حنفیت اور مالکی مذہب کو فروغ تھا جس کی ترویج فاتحِ صقلیہ قاضی اسد بن فرات کے ذریعہ زیادہ ہوئی قاضی اور ان کے متبعین کلام و عقائد میں سلفِ صالحین کے پیرو تھے[1]

دولتِ اغالبۂ افریقیہ

۱۔	ابراہیم بن اغلب	۱۸۴ تا ۱۹۶ھ
۲۔	عبداللہ بن ابراہیم	۱۹۶ تا ۲۰۱ھ
۳۔	زیادۃ اللہ بن ابراہیم	۲۰۱ تا ۲۲۳
۴۔	ابو عقال اغلب بن ابراہیم بن اغلب	۲۲۳ تا ۲۲۶
۵۔	ابو العباس محمد بن اغلب	۲۲۶ تا ۲۴۲
۶۔	ابو ابراہیم احمد بن محمد	۲۴۲ تا ۲۴۹
۷۔	ابو محمد زیادۃ اللہ ثانی بن محمد بن اغلب	۲۴۹ تا ۲۵۰
۸۔	ابو عبداللہ محمد بن احمد بن محمد بن اغلب	۲۵۰ تا ۲۶۱

---

[1] معالم الایمان جلد ۲ ص ۱۴۲۔

۹- ابراہیم ثانی بن احمد بن محمد بن اغلب ۲۶۱ تا ۲۸۹
۱۰- ابو العباس عبداللہ بن ابراہیم بن احمد ثانی ۲۸۹
۱۱- ابو مضر زیادۃ اللہ بن ابی العباس ۲۹۰ تا ۲۹۶

ولاۃِ صقلیہ

قاضی اسد بن فرات	۲۱۲ تا ۲۱۳	بانیِ حکومت صقلیہ
محمد بن ابی الجواری	۲۱۳ تا ۲۱۴	جانشین
زہیر بن غوث	۲۱۴ تا ۲۱۷	〃
محمد بن عبداللہ بن اغلب	۲۱۷ تا ۲۲۱	والیِ اول
ابو الاغلب ابراہیم بن عبداللہ بن الاغلب	۲۲۱ تا ۲۳۶	والی
عباس بن فضل	۲۳۷ تا ۲۴۷	والی
احمد بن یعقوب	۲۴۷	〃
خفاجہ بن سفیان	۲۴۸ تا ۲۵۵	〃
محمد بن خفاجہ	۲۵۵ تا ۲۵۷	〃
رباح بن یعقوب		
حسین بن رباح		
عبداللہ بن محمد		
جعفر بن محمد		
اغلب بن محمد۔		

ابو العباس بن ابراہیم
محمد بن سرقوسی
احمد بن ابی الحسین بن رباح -

حسن بن احمد بن ابی الخنزیر

حسن بن احمد بنو فاطمہ کے محسن قبیلہ کتامہ کا رکنِ رکین تھا افریقیہ سے روانہ ہو کر ۱۰۔ ذی الحجہ ۲۹۷ھ کو مازر پہنچا، پھر بلرم آیا۔ یہ پہلا شیعی والی تھا اس نے حکومتِ صقلیہ کو مختلف صوبوں میں تقسیم کیا۔ بلرم، جرجنت، قصریانہ، مسینا وغیرہ صوبے قرار پائے۔ جس سے وحدتِ قومی و ملکی کا خاتمہ ہو گیا جرجنت کا عامل ابی الخنزیر کا بھائی تھا۔ ہر صوبہ کا جدا جدا والی مقرر کیا اور سرکاری مذہب شیعی قرار دیا۔ سابق قاضی صقلیہ کو معزول کر کے ایک شخص اسحٰق بن منہال کو محکمہ قضا سپرد کیا[۱]۔ ابی الخنزیر کے اس انداز کی حکمرانی سے عوام میں اس والی سے نفرت کی لہر دوڑ گئی۔ بلکہ ۲۹۸ھ میں مشرقی صقلیہ میں اہل ونش نے بغاوت کر دی۔ ابن ابی الخنزیر نے فوجی طاقت سے بغاوت فرو کی اور بہت سے حق پرست باشندوں کو قید کر لایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانانِ صقلیہ اس کو بری نگاہ سے دیکھنے لگے۔ بلکہ ایک مرتبہ عوام غلط فہمی سے اس پر حملہ آور ہوئے یہ محل سے کودا جس سے

---

[۱] ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۳۸ -

پیر کی ہڈی ٹوٹ گئی اور گرفتار ہو گیا۔ یہ تمام حالات مہدی کو بھیج دیے گئے اس نے اس کو معزول کر دیا۔ علی بن عمر البلوی کو والی مقرر کیا یہ ۲۷ ذی الحجہ ۲۹۹ھ کو صقلیہ پہنچا، مگر سُنی شیعہ کا جھگڑا ابن ابی الخنزیر یہاں اُٹھا چکا تھا جو اس حد تک بڑھ گیا کہ دولتِ فاطمی کے خلاف علانیہ علمِ بغاوت بلند ہو گیا اور ابن عمر البلوی روپوش ہو کر جان بچا لے گیا۔ مسلمانانِ صقلیہ نے فاطمی علم کو سرنگوں کر کے صقلیہ سے اپنے زعم میں دولتِ فاطمی کا خاتمہ کر دیا، اور اپنا والی صقلیہ کے ایک رئیس احمد بن زیادۃ اللہ بن قرہب کو مقرر کر لیا۔ یہ خاندانِ اغالبہ سے تھا۔

احمد بن زیادۃ اللہ بن قرہب

احمد نے ایک آزاد و خود مختار فرمانروا کی حیثیت سے حکومت ہاتھ میں لی صقلیہ کا چپہ چپہ اس کا مطیع و منقاد ہو گیا۔ پہلا کام یہ کیا کہ خلیفہ وقت المقتدر باللہ عباسی سے ولایتِ صقلیہ کی اجازت منگائی اور مساجد میں خلیفہ کا خطبہ میں نام لیا جانے لگا۔ ابن قرہب نے اپنے بیٹے محمد کو بحری بیڑا دے کر افریقہ روانہ کیا۔ محمد ابن قرہب نے صقلیہ کے بڑے سے (ساحل لمطہ پر پہلے سے عبید اللہ مہدی کا بیڑہ موجود تھا) اس پر حملہ کیا اور اس کو شکست دی۔ فاطمی بیڑہ تباہ ہو گیا۔ ابن ابی الخنزیر قتل ہوا۔ پھر طرابلس الغرب کی جانب امیر البحر محمد بن احمد زیادۃ اللہ گیا، وہاں القائم مع اپنے جائے موجود تھا، اس لیے محمد جہاز لے کر صقلیہ واپس چلا آیا۔

ابن قرہب نے جنوبی اٹلی پر تاخت کی، قلوریہ پر کامیابی ہوئی، مال غنیمت لے کر لوٹا۔ ان فتوحات سے ابن قرہب کی ہمت بڑھ گئی اور وہ افریقہ کی فتح کے خواب دیکھنے لگا۔ ایک عظیم الشان بیڑہ تیار کر کے افریقہ روانہ ہوا۔ افریقہ میں اغالبہ کا بیڑہ جو دنیا میں عظیم الشان تھا مہدی کے قبضہ میں تھا۔ اس سے صقلیہ کا بیڑہ کیا مقابلہ کرتا، گرفتار ہو گیا۔ ادھر صقلیہ میں ابن قرہب سے عوام باغی ہو گئے ابوالغفار کو امیر بنا لیا۔ پھر ہر دو میں جنگ ہوئی، آخرش ابن قرہب کو گرفتار کر کے مہدی کے پاس بھیج دیا۔ قاضی ابن حامی ساتھ تھا۔ عبیداللہ مہدی نے ابن ابی الخنزیر کی قبر باب سلم پر لیجا کر ہاتھ پیر کاٹ کر مصلوب کرا دیا۔ ابن قرہب صقلیہ پر تین برس گیارہ ماہ حکمراں رہا۔

مسلمانانِ صقلیہ نے ابن قرہب کے استیصال کے بعد ابوالغفار کی اطاعت قبول کی اور اس کے تقرر کی درخواست افریقہ بھیجی۔ عبیداللہ مہدی نے درخواست مسترد کر دی اور ابوسعید موسیٰ بن احمد کو مع زبردست لشکر کے ولایتِ صقلیہ پر مامور کیا۔

ابوسعید موسیٰ بن احمد

ابوسعید قبیلۂ کتامہ کے جرار سپاہیوں کا لشکر لے کر طرابنش پہنچا۔ مگر باشندگانِ صقلیہ نے خیر مقدم نہیں کیا۔ البتہ جرجنت سے ایک وفد آیا۔ اس کو خلعت و انعام و اکرام سے نوازا۔ اہلِ صقلیہ اپنی حرکت پر نادم ہوئے

ایک دن ابوالغفار گرفتار کر لیا گیا۔ اس واقعہ سے سارے جزیرہ میں آگ سی لگ گئی، اس کا بھائی احمد جرجنت پہنچا اور فوج کی کمان لے کر والیِ صقلیہ سے معرکہ آرا ہوا، خونریز لڑائیاں ہوئیں۔ اہلِ بلرم نے بھی بغاوت کر دی۔ جنگ کا سلسلہ طول پکڑتا گیا۔ ابوسعید نے قبیلہ کتامہ کے وحشی جاہل درندوں کو طرابنش کے مضافات میں بھیج دیا اور صقلیہ کی شریف آبادیوں میں سے عورتوں اور بچوں کو پکڑ بلوایا، عورتوں کی عصمت دری کرائی، اس سے اور منافرت بڑھ گئی، مگر باغیوں کی قوت کمزور ہوتی گئی، مجبور ہو کر ہتھیار ڈال دیے۔ احمد اور ابن علی دادا السفارینی جو سرغنہ تھے گرفتار کرا دیے گئے۔[1] جنگ کا خاتمہ ہو گیا، طرابنش کی آبادی کو تہِ تیغ کرا کر گرفتار باغیوں کو جہاز میں سوار کرا کر افریقہ روانہ کیا جو راہ میں ڈبو دیا گیا۔

قیامِ امن و امان کے بعد ابوسعید قیروان چلا گیا اور اپنی جگہ سالم بن ابی راشد کو والی مقرر کر گیا۔[2] اس نے کامل آٹھ سال امن و امان کے ساتھ حکمرانی کی پھر جنوبی اٹلی کی طرف متوجہ ہوا، کیونکہ افریقہ سے ایک بیڑہ قائد قوارب کی سرکردگی میں آیا اور اس نے ریو میں اسلامی اقتدار قائم کیا، اس کے بعد ۳۱۳ھ میں فوجی بیڑہ امیر العسکر مسعود کی سرکردگی میں آیا اس میں بیس جہاز تھے، اٹلی کے شہر اغاتی پر حملہ آور ہوا اور کامیاب ہوا فتحمندی کے بعد مہدیہ چلا گیا۔ عبیداللہ مہدی نے اپنے حاجب ابواحمد جعفر بن عبید کی سرکردگی میں زبردست بیڑا روانہ کیا۔ سالم والیِ صقلیہ بھی اس کا شریک ہو گیا

---

[1] تاریخ صقلیہ ج ۱ ص ۳۱۶ [2] ابن اثیر ج ۸ ص ۵۵۔

ہردو نے بریصانہ اور شہرواری فتح کرلیے، دس ہزار عیسائی گرفتار ہوئے، بے حد حساب دولت جعفر کے ہاتھ آئی جو عبیداللہ کی خدمت میں پیش کی گئی ۳۱۵ھ میں نوجوان صقلبی صارب چوالیس جہازوں کا بیڑا لے کر صقلیہ پہنچا یہاں سے اٹلی گیا، صوبہ انکبردو کے ایک شہر ترنتیو پر لنگر انداز ہوا متعدد معرکہ آرائیاں ہوئیں مالِ غنیمت اور قیدیوں کو لے کر مہدیہ چلا گیا دوبارا صارب ۳۱۶ھ میں طارنت کا محاصرہ کیا اور دوبارہ فتح کرلیا۔ قلعہ غیران اور حسب مفتوح کرلیے قلعہ کی املاک پر قبضہ کیا۔ پھر اورنت کا محاصرہ کیا، ناکام لوٹنا پڑا۔ پھر حکومتِ قلوریہ سے ایک سال کے لیے معاہدہ کرلیا۔
تیسری مرتبہ رومی افسر سروغوس سے مقابلہ ہوا اور اس پر فتح پائی اس کے بعد ترمولہ کو تسخیر کیا۔ غرضکہ ۳۱۰ھ سے ۳۱۷ھ کی ان مسلسل پیش قدمیوں سے اٹلی میں تہلکہ مچ گیا۔ بالآخر حکومتِ قلوریہ نے سپر ڈال دی اور جزیہ کی ادائیگی پر صلح ہوگئی۔ ۱۵۔ ربیع الاول ۳۲۲ھ کو عبیداللہ المہدی انتقال کرگیا۔ ابوالقاسم القائم بامر اللہ اس کا جانشین ہوا۔ اس کے عہد میں یعقوب بن اسحٰق کی سرکردگی میں بحری مہم جنوا کے قصد سے روانہ ہوئی۔ سردانیہ کو فتح کیا اور پھر کورسیکا پہنچے، یہاں رومی جہاز لنگر انداز تھے ان کو نذرِ آتش کیا اور جنوا پہنچ کر محاصرہ کرلیا، آخرش یہ بھی اسلامی اقتدار میں آگیا۔ ایک ہزار حسین لونڈیاں اور دولت کا انبار جہازوں میں بار کرکے یعقوب مہدیہ چلا آیا۔ صقلیہ میں سالم نے جبر و تشدد کا بازار گرم کر رکھا تھا، اس کے خلاف ملک میں عام بغاوت پھیل گئی۔ جرجنت

کے گورنر ابی احمد کو باغیوں نے نکال دیا۔ قلعہ بلوط کا حاکم ابن عمران بھی بے دخل کر دیا گیا۔ سالم فوج لے کر گیا مگر باغیوں سے شکست کھائی پھر خود فوج مرتب کر کے پہنچا۔ اہلِ جرجنت جنگ میں پسپا ہو گئے یہاں کا انتظام مکمل ہونے بھی نہ پایا تھا کہ بلرم میں اسحاق بستانی اور محمد بن حمدو نے سالم کے خلاف بغاوت پھیلا دی۔ سالم کو خبر لگی وہ اس طرف آیا مگر سخت مقابلہ کا سامنا کرنا پڑا اس نے تمام حالات کی اطلاع افریقیہ روانہ کی۔ قائم نے خلیل بن اسحاق کی سرکردگی میں اہلِ صقلیہ کی گوشمالی کے لیے لشکر روانہ ہونے کا حکم دیا، ادھر اسحاق بستانی نے ایک وفد مع عرضداشت کے قائم کے پاس بھیجا جس میں سالم کی شکایات اور قائم کی اطاعت کا ذکر تھا چنانچہ قائم نے خلیل کو سالم کی معزولی کا پروانہ دیا اور خلیل ہی کو ولایتِ صقلیہ سپرد کی۔

ابوالعباس خلیل بن اسحاق طرابلسی

ابوالعباس افریقہ کے ذی اثر ممتاز علماء میں تھا۔ علم ادب اور تصوف کا بڑا ماہر تھا۔ القائم کے ساتھ مصر کے حملہ میں شریک رہا محکمہ خراج کا افسر ہو گیا پھر افریقیہ اور مصر کی بحری فوج کا افسر اعلیٰ ہو گیا۔ عبیداللہ مہدی کا مقرب بن گیا، اس کی شان میں قصائد بھی لکھے پھر مہدی اس کا دشمن ہو گیا، قائم کی وجہ سے جان بچی کہ خود قائم حکمراں ہو گیا تو اس نے صقلیہ کا اس کو والی مقرر کر دیا۔ یہ افریقیہ سے ۳۲۵ھ میں روانہ ہوا اور ایک ماہ

بعد ساحلِ بلرم پر جہاز سے اترا اہلِ بلرم نے خیر مقدم کیا اور اطاعت و فرمانبرداری کا مظاہرہ دکھایا، پھر جرجنت سے بھی وفد آیا اور خلیل کے مطیع و منقاد رہنے کے حلف اٹھائے[1] خلیل نے تمام عمال سالم کو معزول کیا اور نئے عامل مشورہ سے مقرر کیے۔ سالم نے یہ رنگ دیکھ کر خلیل کے خلاف افواہیں پھیلانی شروع کیں۔ لوگ خلیل کے مخالف ہو گئے۔ خلیل نے بجائے باغیوں کو سرزنش کرنے کے بلرم کے قریب ایک نیا شہر تعمیر کرانے لگا۔ اپنا محل اور امراء کے مکانات، ایوان حکومت قید خانہ اور سرکاری دفاتر، دارالصناعہ یہاں تعمیر کیے اور فصیل بلرم کو منہدم کرکے اس کے ملبہ سے اس شہر کے اردگرد مضبوط دیوار بنوادی داخلہ کے چار پھاٹک چاروں طرف لگائے گئے۔ چند ماہ میں یہ سلسلہ تعمیر اختتام کو پہنچ گیا۔ یہ جدید شہر ساحل سمندر پر واقع تھا[2]۔ یہ خالصہ کہلاتا تھا۔ اہل جرجنت نے بغاوت کردی۔ سرغنہ سالم تھا خلیل فوج لے کر گیا مگر ناکام لوٹا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صقلیہ کے اکثر ممتاز شہر اور قلعے مازر، ابلاطنو، بلوط اور قلعہ ابی ثورہ وغیرہ باغی ہو گئے۔ ان مقامات سے حکومت کے تمام عمال اور فوج باہر نکال دی گئی۔ خلیل نے ہر ایک مقام پر فوج روانہ کی مگر ہر جگہ ناکام رہی۔ ادھر ملک میں قحط پڑ گیا۔ صقلیہ کے مسلمانوں نے اسلامی حکومت کے خلاف حکومت بیزنطینی قسطنطنیہ سے امداد طلب کی باوجودیکہ اب بالکل بیزنطینی حکومت کا تعلق صقلیہ سے

---

[1] ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۹ [2] ابن اثیر جلد ۸ ص ۵۳

باقی نہ تھا یہ جو کچھ ہوا وہ سالم شیعی کی قوم و ملک فروشی تھی غرضکہ قسطنطنیہ سے رومی بیڑا کثیر فوج اور غلہ کے ساتھ آیا۔

خلیل نے قائم کو یہاں کی تفصیل سے آگاہ کیا، اس نے عظیم الشان لشکر صقلیہ بھیجا یہاں سالم لقمۂ اجل ہوا۔ خلیل کو اپنے ہم مسلک کے مرنے سے مسرت ہوئی۔ ادھر افریقہ سے لشکر آ گیا تو خلیل نے منظم طریقے سے باغی شہروں اور قلعوں پر تاخت شروع کی۔ فوج کشی کامیاب رہی بیزنطینی لشکر بھی ہٹ پٹا کر چلتا بنا۔ یکے بعد دیگرے تمام باغی شہر اور قلعے خلیل نے سر کر لیے، آخر میں جرجنت کی طرف توجہ کی سخت محاصرہ کیا اور کمان فوج کی ابو خلف بن ہارون کو دے کر خود بلرم چلا آیا۔ جب جرجنت کے لوگ محاصرے سے تنگ آ گئے تو امراء و معززین نے خفیہ راستوں سے نکل کر عیسائی ملکوں کی راہ لی اور وہاں جا کر عیسائیت قبول کر لی یہ لوگ پہلے شیعہ ہوئے پھر عیسائی ہو گئے جو غربا بچ رہے اُنھوں نے فوج کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔ ابو خلف نے جنگجو عنصر کو گرفتار کر کے خالصہ روانہ کر دیا۔ جرجنت کی اطاعت کے بعد پھر صقلیہ کے دوسرے شہروں میں حکومت کا اقتدار خود بخود قائم ہو گیا۔ یہ بغاوت چار برس رہی ہزاروں آدمی طرفین سے کام آئے اغالبہ کے مقابلہ میں یہ تھے دولت عبیدین کے برکات۔

افریقہ میں بھی قبیلۂ زناتہ نے بغاوت کر دی ابو یزید خارجی سرگروہ تھا قائم نے خلیل کو افریقہ طلب کر لیا۔ زمامِ حکومت ابو عطاف محمد بن اشعث

کے سپرد کر دی۔ خلیل کا عہد بھی ظالمانہ رہا۔ جب افریقہ جانے لگا مسلمان قیدیوں کو ساتھ لیتا گیا جس جہاز میں وہ سوار تھے راہ میں ان کو تہِ آب کرادیا[1]

ابو عطاف محمد بن اشعث الازدی

ابو عطاف نے عنانِ حکومت ۳۲۹ھ میں سنبھالی۔ القائم بامراللہ نے خلیل کی نامزدگی کو برقرار رکھا گو پیشرو والی نے یہاں کا سیاسی مطلع ظلم و عدوان سے صاف کر دیا تھا مگر چوری ڈاکہ رہزنی کا بازار گرم ہو گیا جس سے ملک میں ہر طرف ہراس طاری ہو گیا۔ ابو عطاف نے حسنِ تدبیر سے ان حالات پر قابو حاصل کر لیا۔ جب اس طرف سے سکون ملا ملک کا نظم و نسق درست کیا جس سے ملک میں امن و امان قائم ہو گیا، اس اثناء میں ۱۳ شوال ۳۳۴ھ کو قائم دنیا سے رخصت ہو گیا، اس کا جانشین اسمٰعیل ہوا جو المنصور من اللہ کے نام سے مشہور ہوا مگر صقلیہ میں عیسائی رعایا نے سالانہ خراج دینا بند کر دیا جس کا اثر خزانہ پر پڑا ابو عطاف سے اور قبیلہ طبری کے چند معززین سے ان بن ہو گئی تو تمام قبیلہ نے عیدالفطر کے دن ابو عطاف پر حملہ کر دیا، اس کے اردگرد جو محافظ دستہ تھا اس کو تہِ تیغ کر ڈالا، یہ جان بچا کر قلعہ بند ہو گیا۔ اہلِ بلرم بھی باغیوں کے ہم نوا ہو گئے۔ ابو عطاف نے المنصور کو تمام حالات کی اطلاع دی اس نے

---

[1] ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۲۵۳۔

ایک آزمودہ کار قائد حسن بن علی کلبی کو صقلیہ کا والی مقرر کرکے روانہ کیا۔[1]

ابوالغنائم حسن بن علی بن ابی الحسن کلبی

حسن بن علی افریقیہ کے معزز قبیلہ بنو کلب کا ممتاز رکن تھا اور نہایت شجاع اور ذی فہم، اس نے ابو یزید خارجی کے فتنہ کو ختم کیا تھا، المنصور اس کی بڑی قدر کرنے لگا تھا۔ حسن افریقیہ سے روانہ ہو کر ۳۳۶ھ میں صقلیہ پہنچا، پہلا قیام بندرگاہ مازر پر تھا، کوئی شخص پیشوائی کو نہ آیا۔ شب میں حکومت کے چند وفادار پوشیدہ حسن کے پاس آئے اور قبیلۂ طبری کے فتنہ سے آگاہ کیا اور مقامی سیاسیات کے رازہائے سربستہ اس کے سامنے کھولے، ان کے جانے کے بعد سرکش قبیلہ کے چند لوگ مع سرخیل جماعت اسمٰعیل بن طبری حسن سے آکر ملے یہ ان سے بڑی خندہ پیشانی سے ملا۔ اسمٰعیل نے علی بن طبری اور محمد بن عبدون کو افریقیہ بھیجا تھا کہ منصور حسن کو واپس بلالے، چنانچہ یہ خبر بھی حسن کو مل چکی تھی، پھر بھی وہ مدارات سے پیش آیا اور ان کو رخصت کرکے بلرم پہنچا، ان سب نے خیر مقدم کیا۔ اسمٰعیل نے یہ حالت دیکھی تو پیش پیش ہو گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد اسمٰعیل نے ایک فتنہ اور کھڑا کیا۔ حسن کے غلام کو متہم کرکے شہرت دی۔ فریادی حسن کے پاس پہنچے۔ حسن کو غلام کی نیک چلنی کا علم تھا پر اس کو قتل کرا دیا۔ اس کے عدل وانصاف کی شہرت تمام

---

[1] ابن اثیر۔ ج ۸ ص ۳۳۱۔

صقلیہ میں پھیل گئی، ادھر منصور نے حسن کو اطلاع دی کہ صقلیہ سے جو وفد آیا ہے اس کو قید میں ڈال دیا گیا، وہاں ان کے ساتھیوں کا جلد خاتمہ کر دو۔ چنانچہ فتنہ پردازوں سے روابط بڑھا کر ایک دن سب کو بلا کر جیل میں ٹھونس دیا اور ان کا مال واسباب بحقِ حکومت ضبط کر لیا گیا تمام اہلِ صقلیہ ان کے استیصال پر اطاعت گزار ہو گئے۔

بزنطینی بحری بیڑہ حملہ آور ہوا حسن نے اپنے بحری بیڑے سے مقابلہ کر کے اس کو شکست دی اور بعض مقامات اٹلی کے اپنے قبضہ میں کر لیے ان میں ریو کے علاقہ کا خوبصورت شہر جراجہ بھی تھا اہل جراجہ نے جزیہ پر اطاعت قبول کر لی۔ دوبارہ قلوریہ پر ۳۴۰ھ میں منصور کے حکم سے حملہ کیا۔ شہنشاہ قسطنطین ہفتم پارفیروجنٹس نے منصور سے عارضی صلح کر لی جس کی وجہ سے حسن رک گیا البتہ ریو میں مسجد تعمیر کی گئی جو مسلمانانِ صقلیہ کی فتوحات کی ایک شاندار یادگار اٹلی میں قائم ہو گئی۔

۳۴۱ھ میں المنصور بھی انتقال کر گیا، اس کا لڑکا معد المعز لدین اللہ کے لقب سے تختِ حکومت پر بیٹھا۔ حسن اپنے لڑکے ابو الحسن احمد کو اپنا قائم مقام والیِ صقلیہ کر کے اٹلی کی فتوحات کا مالِ غنیمت اور امدادی فوج کے سپہ سالار فرج صقلبی کو لے کر ۳۴۲ھ میں افریقیہ پہنچا۔ المعز نے حسن کی بڑی قدردانی کی اور ابوالحسن احمد کو والیِ صقلیہ مقرر کر کے فرمانِ ولایت لکھ کر بھیج دیا[1] حسن کو افریقیہ میں حکومت کی خدمات سپرد کر دی گئیں۔

---

[1] ابوالفدا۔ ج ۲ ص ۹۶۔

اسی زمانہ میں خلافت ہسپانیہ سے اور المعز سے چھڑ گئی ہسپانیہ کا بیڑا آیا۔ حسن کی سرکردگی میں المعز کا بیڑہ برسر پیکار رہا، ہر دو میں خونریز جنگ ہوئی۔ اس کی تفصیل تاریخ مصر میں بیان ہو چکی ہے

حسن نے افریقہ سے اٹلی پر پھر تاخت کی، دوسرا بیڑہ افریقہ سے گیا۔ حسن کا بھائی عمار امیر البحر تھا، راہ میں طوفان آیا، بیڑہ تباہ ہو گیا۔

حسن کا ارادہ یہ تھا کہ صقلیہ کی حکومت موروثی ہو جائے، چنانچہ اس نے احمد کو بلایا صقلیہ کے تیس عمائد بھی اس کے ساتھ تھے احمد مع جماعت کے حسن کے توسل سے المعز کی خدمت میں باریاب ہوا۔ اور خلافت فاطمی کی بیعت کی، اس کے بعد احمد لوٹ آیا۔ حالات امن وسکون سے گذر رہے تھے۔ اوٹھو اعظم نے صقلیہ کے بعض قلعوں کو لینا چاہا مگر مقابلہ میں اس کو ناکامی ہوئی، طبرمین میں سے عیسائی خارج کر دیئے گئے اور وہاں اسلامی آبادی قائم کر دی گئی۔ حکومت بیزنطینی نے عظیم الشان بیڑہ بھیجا۔ حسن اور ابن عمار اپنے بیڑے کو لے کر مقابل ہوئے رومیوں کی پوری قوت اس معرکہ میں ٹوٹ گئی اور اس طرح صقلیہ کا کل علاقہ مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔ اس کے بعد حسن کلبی کا انتقال ہو گیا۔

ایک سو اڑتیس سال کی مسلسل تگ و دو کے بعد جو ۲۱۲ھ سے شروع ہو کر ۳۵۰ھ پر ختم ہوئی اور صقلیہ کی تسخیر پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی۔

انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا کا مقالہ نگار لکھتا ہے

"اب پورا جزیرہ ایک عربی جزیرہ تھا جس نے ایک خالص

اسلامی حیثیت اختیار کرلی[1]

حکومت بیزنطینی میں مقابلہ کی طاقت باقی نہ رہی تو قیصر روم نقفور (فوکس) نے المعز سے دوستانہ تعلقات قائم کرنے کی استدعا کی، المعز نے فراخ دلی سے پائیدار صلح نامہ کرلیا، باہم تحائف کے تبادلے ہوتے تھے۔ طبرمین اور رمطہ جہاں سے عیسائی نکال دیئے گئے تھے، المعز نے ان شہروں کو عیسائیوں کے سپرد کرنا چاہا اور احمد کو حکم دیا۔ اس نے دونوں شہروں کو بزور شمشیر فتح کیا تھا، ناگوار گزرا اور اس نے اپنے بھائی ابوالقاسم کو بھیج کر شہر مسلمانوں سے خالی کرائے اور مسمار کرا کر آگ لگوا دی۔ المعز نے احمد کو معزول کرکے افریقیہ بلا کر دوسرے اعلیٰ عہدے پر سرفراز کیا اور کلبی خاندان کے مولیٰ یعیش کو صقلیہ کا والی مقرر کردیا یعیش حسن کا غلام تھا مگر صاحب اقتدار، مگر اہل صقلیہ نے اس کی مخالفت کرنی شروع کردی امن وامان خطرہ میں پڑ گیا۔ المعز کو خبر ہوئی یعیش کو معزول کرکے احمد کو اس کی جگہ پر فائز کیا مگر احمد مصر کی فتح میں لگا ہوا تھا اس کے بجائے اس کے بھائی ابوالقاسم کو صقلیہ بھیج دینا چاہا۔ احمد مصر سے لوٹا، طرابلس الشام کے ساحل پر ۳۵۹ھ میں وفات پائی۔ المعز نے ابوالقاسم کو فرمانِ تقرر بھیج دیا اور وہ ۳۶۰ھ میں صقلیہ پہنچا۔

المعز کے قائد جوہر صقلی نے مصر کو فتح کرنے کے بعد قاہرہ کو تعمیر کیا اور المعز کو وہیں بلا لیا تو المعز نے افریقیہ کی ولایت سے صقلیہ اور طرابلس الغرب

---

[1] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا۔ ج ۲۵۔ ص ۳۲۔

وغیرہ کو الگ کر دیا اور ایک مساوی درجہ حکومت تسلیم کر کے اس کو مستقل طور پر آل حسن یعنی کلبیین کے سپرد کر دیا اور اپنی نگرانی میں صقلیہ کا ایک خود مختار فرمانروا تسلیم کیا[۱] المعز نے ۱۱۔ ربیع الاخر ۳۶۵ھ میں انتقال کیا۔

ابوالقاسم بن حسن کلبی فرمانروائے صقلیہ

ابوالقاسم نے مستقل فرمانروائی کا آغاز کیا، خلافت مصر سے صرف اس قدر تعلق تھا جیسا اغالبہ کا خلفائے بنو عباس سے۔ ابوالقاسم کا عہد المعز کے زمانہ میں سکون واطمینان سے گزرا معز کا جانشین نزار العزیز باللہ ہوا۔ اوکقو دوم نے پھر حماقتیں کرنا شروع کیں، اور لشکر صقلیہ بھیجا اہل مسینا کے عیسائی اس کے دام میں پھنسے اور لشکر کو اپنے پاس ٹھہرایا۔ مگر ابوالقاسم نے یہ رنگ دیکھ کر جہاد کا اعلان کیا مسلمان جوق در جوق جہاد کی شرکت کے لیے فوج میں داخل ہو گئے۔ جب یہ مجاہدین کا مقدس لشکر رمضان میں مسینا پہنچا سورمارومی اور فتنہ جو عیسائی مسلمانوں کی آمد کی خبر سن کر آبنائے مسینا عبور کر کے اٹلی چلتے ہوئے مگر ابوالقاسم نے مسینا پہنچ کر عنانِ توجہ اٹلی کی طرف کی اور کسنتہ پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا۔ اہل کسنتہ نے زرِ نقد ادا کر کے صلح کر لی۔ ابوالقاسم نے دوسرے قلعہ جلوا کو بھی اسی طرح زیر نگیں کیا۔ برلولہ اور قلوریہ میں دستے بھیجے جنھوں نے کافی مالِ غنیمت حاصل کیا اور عیسائیوں کو پکڑ لائے۔ غرضکہ کامیابی کے بعد ابوالقاسم

---

[۱] تاریخ صقلیہ جلد ۱ ص ۳۷۶۔

بلرم واپس آگیا اور رمطہ کو ۳۱۶ھ میں نئے سرے سے تعمیر کیا اور ایک فوج یہاں متعین کی پھر ابوالقاسم جہاد کے لیے روانہ ہوا شنت اغاثہ کا قلعہ ہاتھ لگا۔ اس کے بعد تارنٹو کو قبضہ میں لایا اور شہر کو برباد کرا کر عیسائیوں کے فوجی گڈھ کا خاتمہ کر دیا۔ پھر شہر اورنت اور شہر غزنیلہ کو تاراج کر ڈالا اور باشندے اطاعت گزار بن گئے پھر بلرم لوٹ آیا۔ اوتھودوم نے عظیم الشان لشکر لے کر ملیطو پر حملہ کر کے قبضہ کیا مسلمان مقابلہ نہ کر سکے ادھر ابوالقاسم کے سر پر قضا منڈلا رہی تھی وہ ایک موقعہ پر رومی فوج کے ہاتھوں گھر کر شہید ہو گیا مگر اس کے ساتھی مسلمانوں نے رومیوں سے انتقام لے لیا اور اس قدر عیسائی تہ تیغ کیے کہ یہ رنگ دیکھ کر اوتھودوم نے راہِ فرار اختیار کی اور اس صدمہ میں ۳۸۳ھ میں مر گیا۔ ابوالقاسم نے بارہ سال پانچ ماہ شاندار حکمرانی کی۔ وہ نیک سیرت حلیم و بردبار، عادل، منصف مزاج، امن پسند فرمانروا تھا ذاتی فضائل میں بھی یگانہ تھا علماء اور اہلِ علم کا قدردان۔ وفات کے بعد درہم و دینار پسماندوں کے لیے کچھ نہ چھوڑا اور نہ کوئی ذاتی ملکیت تھی، جو تھی وہ زندگی میں غربا و مساکین کے لیے وقف کر دی۔ اس کے انتقال کا اہلِ صقلیہ کو بڑا صدمہ پہنچا۔

جابر بن ابوالقاسم کلبی

جابر اپنے باپ کا جانشین اٹلی ہی میں ہو گیا تھا مگر تدبر و دوراندیشی

اس میں نہ تھی ملک کو نہ سنبھال سکا فوج میں بغاوت اس کے خلاف پھیل گئی۔ دربارِ مصر کو شکایات پہنچیں۔ العزیز نے اس کو معزول کر دیا۔ ۳۷۲ھ سنہ سے ۳۷۳ھ تک صقلیہ کی حکمرانی کی اس کے بجائے اس کا چچازاد بھائی جعفر بن محمد کلبی مقرر ہوا۔ جعفر مصر میں شعبہ وزارت کے کسی عہدہ پر فائز تھا۔ صقلیہ پہنچ کر جابر سے حکومت کا جائزہ لے لیا۔[۱]

جعفر بن محمد کلبی

جعفر ہوشمند مدبر تھا حکومت کی تمام بدانتظامیوں کی اصلاح کی، انتظامِ مملکت میں مصروف ہو گیا۔ اس کے زمانہ میں صقلیہ میں امن و امان رہا خود یہ اہل علم میں سے تھا، علماء و فضلا کا قدردان تھا، اہلِ علم و شعراء سے اس کا دربار بھرا رہتا تھا۔ انہیں انعام و اکرام سے مالا مال کرتا اس کے عہد میں علمی فضا پیدا ہو گئی۔[۲] ۳۷۵ھ میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کا بھائی عبداللہ بن محمد کلبی تخت حکومت پر بیٹھا گو حسن تدبیر اور مآل اندیشی میں یگانہ تھا پر چار برس حکمرانی کر کے ۳۷۹ھ میں فوت ہو گیا۔ مگر اس نے اپنے حین حیات میں اپنے لڑکے ابو الفتوح کو اپنا جانشین بنایا۔

ثقة الدولہ ابو الفتوح یوسف بن عبداللہ کلبی

العزیز باللہ نے تخت نشینی کی توثیق کر دی اور ثقة الدولہ لقب عطا

---

[۱] ابو الفدا۔ ج ۲۔ ص ۹۷۔ [۲] ابن خلدون جلد ۴۔ ص ۲۱۰

کیا۔ حکومت کے نظم و نسق کو درست کرکے اٹلی کے مقبوضات پر متوجہ ہوا، ایک ایک ریاست سے نبرد آزما ہو کر سب کو زیر کر لیا۔ اٹلی کی تمام عیسائی حکومتیں اس کے سامنے سر نیاز جھکانے لگیں جس سے مسلمان ایطالیہ میں امن و امان کی زندگی بسر کرنے لگے اس کے ساتھ ہی اس کی تجارت اور صنعت و حرفت کو فروغ ہونے لگا۔ ابو الفتوح ارباب علم و فضل کا قدردان تھا اس کے عہد میں علم و فن اور شعر و ادب کا مرکز صقلیہ بن گیا تھا۔ العزیز نے ۳۸۶ھ میں انتقال کیا۔

العزیز کے جانشین الحاکم فاطمی نے ثقۃ الدولہ کی ولایت کی تصدیق کا فرمان بھیج دیا۔ یکایک اس پر فالج کا حملہ ہوا اس نے اپنے بیٹے جعفر کو حکومت صقلیہ پر سرفراز کیا اور خود گوشہ گیر ہو گیا۔

تاج الدولہ سیف الملۃ جعفر بن ابو الفتوح کلبی

الحاکم عبیدی نے تاج الدولہ جعفر کی ولایت کی تصدیق کے ساتھ لوائے فاطمی اور تاج الدولہ سیف الملت کے لقب سے مفتخر کیا۔ ۳۸۸ھ میں عنان حکمرانی ہاتھ میں لے کر کروفر و شان و شوکت کے ساتھ ولایت صقلیہ کے فرائض ادا کرنے لگا۔ ابو الفتح تمام صقلیہ میں امن و امان کی بنیاد قائم کر گیا تھا اس کے عہد میں مرفہ الحالی کا دور تھا۔ ۳۹۵ھ کو افریقہ میں شدید قحط پڑ گیا جس کا اثر یہ پڑا کہ ہزارہا مسلمان لقمۂ اجل ہو گئے، دیہات ویران ہو گئے، مساجد سنسان ہو گئیں کثرت سے علماء و صالحین نے اس دار فانی

سے رحلت کی، باشندوں نے گھبراکر صقلیہ کی طرف رخ کیا۔ یہاں تاج الدولہ نے ان کی پذیرائی کی۔

کلبیوں کا عہد صقلیہ کے لیے زریں عہد تھا یہاں زراعت اور صنعت کو مسلمانوں نے معراج کمال تک پہنچا دیا تھا جس سے دولت و ثروت کی بہتات ہوگئی۔ گھر گھر علمی چرچے ہونے لگے علم و ادب کی روز افزوں ترقی تھی۔ اس کے سوا حکمراں طبقہ کے جود و کرم اور داد و دہش نے علماء و فضلا کو کھینچ بلایا تھا۔

تاج الدولہ کی تخت نشینی کے سولہ سال بعد ۴۰۵ھ میں اس کے بھائی علی نے بربریوں اور موالیوں کو ہمنوا بنا کر صقلیہ کے تاج و تخت کا دعویٰ کیا، اور میدانِ جنگ میں اتر آیا۔ تاج الدولہ نے بھی فوج بھیجدی بلرم کے قریب معرکہ کارزار گرم ہوا، علی گرفتار کرلیا گیا اور تاج الدولہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس نے فوراً اس کو قتل کرادیا ثقۃ الدولہ بیٹے کا قتل دیکھ رہا تھا اس کے بعد بربریوں اور موالی جو فوج میں تھے ان کی طرف متوجہ ہوا۔ بربریوں کو معہ اہل و عیال کے جلاوطن کردیا اور موالیوں کو چن چن کر قتل کرادیا۔ بربری افریقہ چلے گئے۔ فوج میں وطنی داخل کرلیے گئے۔ اس کا اثر ملک پر برا پڑا فتوحات کا دار و مدار بربریوں اور موالیوں پر تھا ان کی ہیبت تمام عیسائیوں پر تھی۔ اس کے علاوہ عہدہ دار افریقی رہے جس سے اس میں کشمکش شروع ہوگئی۔ وزارتِ عظمیٰ پر حسن بن محمد باغائی تھا یہ بد دماغ اور مغرور انسان تھا تمام لوگ اس کے سلوک سے بد دل ہوگئے اس پر اس سے یہ غلطی ہوئی کہ روا رکھی

قانونِ محاصل میں ترمیم کردی، حکومت سے عوام پہلے سے بیزار تھے اس سے ان میں باغیانہ لہر دوڑ گئی اور مجتمع ہو کر قصرِ حکومت کو گھیر لیا۔ فوج پہلے سے بے قابو تھی مشتعل مجمع کو روکنے والا کوئی نہ تھا۔ ثقتہ الدولہ یوسف جو صاحبِ فراش تھا، وہ فینس میں سوار ہو کر بلوائیوں کے سامنے آیا۔ اس سے ہر ایک کو محبت اور عقیدت تھی۔ چنانچہ سب نے اس کو گھیر لیا اور شفقت و محبت سے بلوائیوں کو خطاب کر کے مطالبات دریافت کیے، انہوں نے متفقہ جعفر کی معزولی کا مطالبہ کیا۔ یوسف نے منظور کر لیا۔ ان لوگوں نے باغائی کو طلب کیا، اس کو بھی بلا کر پیش کر دیا۔ جوشِ انتقام میں اس پر ٹوٹ پڑے اور قتل کر کے لاش جلا ڈالی۔

ان لوگوں نے ثقتہ الدولہ کے لڑکے احمد معروف بہ اکحل کو اپنا امیر نامزد کر لیا۔ ثقتہ الدولہ نے اہلِ صقلیہ کی حالت دیکھ کر تاج الدولہ کو پوشیدہ طور سے افریقہ روانہ کر دیا اور خود بھی مصر جانے کے لیے تیاری کرنے لگا۔

تائید الدولہ احمد الاکحل کلبی

۴۱۰ھ میں سریر آرائے تختِ امارت صقلیہ ہوا، عنان حکمرانی ہاتھ میں لے کر ملک کی اصلاح و درستی میں مصروف ہو گیا۔ الحاکم کی طرف سے ضابطہ کا فرمانِ ولایت مع القاب کے عطا ہوا۔ ثقتہ الدولہ مع دولت و ثروت جس میں چھ لاکھ ستر ہزار دینار نقد تھے لے کر مصر

روانہ ہوگیا۔ احمد نے عوام کی توجہ لگانے کو اٹلی کے مقبوضات کی فتح کے لیے فوج کو روانہ کیا، جس نے کامیاب فتوحات حاصل کیں اور مالِ غنیمت لے کر لوٹی۔

تائیدالدولہ حمص پر گیا تو انصرام حکومت اپنے لڑکے جعفر کے سپرد کر گیا مگر اس کی نوعمری اور ناتجربہ کاری نے ملک کی حالت دگرگوں کر دی جب آخری مرتبہ اکحل اٹلی سے واپس آیا تو دیکھا کہ یہاں کا تمام بنا بنایا کھیل بگڑ چکا تھا۔ ابھی اکحل یہاں کی سیاسی گتھیاں سلجھا رہا تھا کہ ایک نئی وحشی قوم نارمن نے صوبہ قلوریہ کی اسلامی آبادی کو تباہ و برباد کر کے اپنا اقتدار قائم کر لیا۔ تائیدالدولہ ان کی کوئی مدد نہ کر سکا

نارمن قوم کا وطن نارمنڈی تھا، یہ پیشۂ قزاقی کرتے تھے۔ یہ اٹلی کی عیسائی حکومتوں کی فوج میں ملازم ہوئے اور جب ان کی جماعت کافی ہوگئی تو انہوں نے اسلامی آبادی کو تاخت و تاراج کرنا شروع کر دیا اور ان کو بہت سا مال ہاتھ لگا۔ پھر تو انہوں نے چند اہم مقامات لے کر ایک کو مرکز قرار دیا اور نارمن حکومت کی تشکیل کر لی۔ ان نارمنوں کے ظلم و جور اور قلوریہ کے نکل جانے کا اثر مسلمانانِ افریقہ پر پڑا، حکومت صقلیہ سے تو بن نہ پڑا۔ مغرب کی اسلامی حکومتوں میں سے حکومت صنہاجیہ کے بیدار مغز اولوالعزم فرمانروا المعز نے چار سو جہازوں کا ایک بیڑا نارمنوں کے استیصال اور قلوریہ میں اسلامی اقتدار کو پھر دوبارہ قائم کرنے کے لیے بھیجا مگر جزیرۂ قوصرہ کے قریب سمندر میں سخت طوفان آیا اور بیڑہ غرقاب ہوگیا۔ صرف گنتی کے لوگ جان

بچا کر افریقہ واپس آسکے، چنانچہ اُسی وقت سے قلوریہ کے حرمان نصیب مسلمانوں کا آفتابِ اقبال ۴۱۶ھ میں غروب ہوگیا۔

صوبہ انکبردہ کی منظم اسلامی حکومت کا خاتمہ مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگیوں سے پہلے ہو چکا تھا۔

غرضکہ قلوریہ جہاں مسلمانوں کا تجارتی کاروبار ترقی پذیر حالت میں تھا، اور ان کا شمار صنعت و حرفت میں ترقی یافتہ قوموں میں تھا، نارمنوں کے وحشیانہ سلوک نے مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت جس میں علماء اور صالحین اور اہل علم بھی تھے قلوریہ سے ہجرت کر کے صقلیہ چلے آئے اور صوبہ انکبردہ کی بعض اسلامی آبادیوں میں چلے گئے، جو ستم زدہ رہ گئے کچھ عرصہ بعد ان کی نسلیں اسلام سے بیگانہ ہوگئیں تائیدالدولہ نے اپنی حکمرانی کو قائم رکھنے کے لیے وطنی اور غیر وطنی کا سوال اُٹھا کر افریقہ کے مسلمانوں کو ہمنوا کر کے تمام عہدے ان میں تقسیم کر دیے۔ وطنیوں کو یہ طریقۂ عمل ناگوار گزرا اور تائیدالدولہ کلبی کی حکومت سے گلو خلاصی کرنے کے لیے اہلِ صقلیہ کا ایک وفد المعز والیِ صنہاجیہ جو شیعیت سے تائب ہوگیا تھا اور عبیدیین کے مکر و خداع سے بیزار تھا، پہنچا اور المعز کو صقلیہ کی صورتِ حال سے آگاہ کیا اور تہدید آمیز درخواست کی کہ یا تو حکومت افریقہ جزیرہ صقلیہ کو کلبیوں سے آزاد کرا کر اپنے ممالک محروسہ میں داخل کر لے، ورنہ ہم عیسائیوں کو بلا کر اس جزیرہ کو ان کے سپرد کر دینگے[1]
المعز نے وفد کی درخواست پر اپنے لڑکے عبداللہ کی سرکردگی میں چھ سو

---

[1] ابن اثیر۔ ج ۱۰۔ ص ۱۳۰۔

نفوس کا ایک دستہ افریقہ سے صقلیہ بھیجدیا۔ اہل صقلیہ اس کے ہمنوا ہو گئے، بلرم کے قریب خالصہ پر تائید الدولہ سے مقابلہ ہوا۔ تائید الدولہ کو شکست ہوئی قلعہ بند ہو گیا، مگر پھر بھی جان نہ بچا سکا اور افریقی مسلمانوں کے ہاتھ سے ۴۲۷ھ میں قتل کر دیا گیا مگر اس واقعہ سے اہل صقلیہ بھی بگڑ بیٹھے اور عبداللہ کی مخالفت شروع ہو گئی۔ چنانچہ یہ رنگ دیکھ کر بقیہ تین سو اپنے ساتھیوں کو لے کر عبداللہ افریقہ واپس چلا گیا۔[۱] اس زمانہ میں الظاہر لاعزاز دین اللہ فاطمی نے شعبان ۴۲۷ھ میں وفات پائی اس کا لڑکا ابوتمیم معد دولت عبیدیہ کا فرمانروا بنا۔ تائید الدولہ کے قتل سے دولتِ کلبیہ کا زوال شروع ہو گیا۔ ملک میں عام بد امنی شروع ہو گئی۔ حکومت کا رعب و داب جاتا رہا اور شورہ پشت عنصر نے ایک مجلس شوریٰ منعقد کر کے تائید الدولہ کے چھوٹے بھائی حسین کو صمصام الدولہ کا لقب دے کر رسمی طور پر برائے نام حکومت اسکے سپرد کر دی۔

صمصام الدولہ حسین بن ثقۃ الدولہ کلبی

صمصام الدولہ نے عنانِ حکمرانی ہاتھ میں لے کر انتظامِ ملک کی طرف متوجہ ہونا چاہا مگر شورش پسند عنصر اپنی جماعت کو برسر اقتدار کر کے سیاہ و سپید کے مالک بن گئے اور سابقہ عمال کو معزول کر دیا، اس سے ہنگامہ دار و گیر بپا ہو گیا۔ مرکز کی زبوں حالی دیکھ کر ہر صوبہ کا حاکم خود مختار بن گیا۔ صقلیہ

---

[۱] ابن اثیر۔ ج ۱۰۔ ص ۱۳۰۔

کے اضطراب انگیز حالات نے قیصرِ روم میکائیل چہارم (۵۲۹ھ) کو آمادہ کیا کہ وہ اپنے پیشرو بیزنطینی فرمانروا باسل دوم کی دیرینہ آرزو کی تکمیل کرے چنانچہ مذہب کے نام پر عیسائی عوام کو اُبھار کر ایک فوج جمع کر لی اور ایک بیڑا تیار کر کے اپنے سب سے بڑے جنرل کپتان جارج مینکس کی سرکردگی میں صقلیہ روانہ کیا، یہ بیڑا ۴۲۹ھ میں مسینا پہنچا اور معمولی مزاحمت کے بعد مسینا پر قبضہ کر لیا۔[1]

اس واقعہ کا اثر دولتِ کلبیہ پر بُرا پڑا اور ۴۳۱ھ میں یہ آخری کلبی تاجدار بھی تختِ حکومت سے معزول کر دیا گیا اور اس پر دولتِ کلبیہ کا صقلیہ سے خاتمہ ہو گیا، مگر شورش پسندوں نے صمصام الدولہ کی بھی جان لے لی اور اس کو قتل کر ڈالا جس کے بعد سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خانوادۂ کلبیہ کا چراغ گل ہو گیا۔ حسن بن علی دولتِ کلبیہ کا بانی ہوا، اور صمصام الدولہ نے تختِ حکومت چھوڑا حسن کی اولاد میں سے چھیانوے برس تک صقلیہ کے فرمانروا رہے ان کا عہد صقلیہ میں عہدِ زریں تھا۔ اس عہد کی تہذیب و تمدن و علمی ترقی کا اثر یورپ کے بڑے حصہ پر پڑا اسپین کے بعد یہاں کے علمی ذخائر سے اہلِ یورپ نے استفادہ حاصل کیا اس حقیقت سے انکار سفاہت ہے۔

صقلیہ میں طوائف الملوکی

دولتِ کلبیہ کے خاتمہ کے بعد ہر صوبہ کا حاکم کھل کر میدان میں آ گیا

---

[1] انسائیکلو پیڈیا برطانیکا جلد ۲۵ - ص ۳۳

ادھر بیزنطینی جنرل منکس کے حملے شمالی صقلیہ میں جاری تھے، صرف مضافاتِ سرقوسہ اس کے تصرف میں آگئے۔ لطف یہ ہے کہ صوبے کے حاکموں میں اقتدار کی جنگ چھڑ گئی اور انہوں نے بھی بیزنطینی جنرل کی معاونت کی۔

بلرم میں صمصام الدولہ کے قتل کے بعد شہریوں نے ایک مجلس شورائے حکومت کی قائم کی مگر صوبہ داروں نے ان کی اطاعت نہیں کی

صوبوں کے حکمراں

حکمراں	دائرۂ حکومت
قائد عبداللہ بن منکوت	مازر، طرابلس، شاقہ، مرسی علی
علی بن نعمۃ (یا ابن حواس)	قصریانہ۔ جرجنت۔ قصرنوبو
محمد بن ابراہیم بن ثمنہ	سرقوسہ
ابن کلابی	قطانیہ
مجلس شوریٰ بلرم	بلرم اور اس کے مضافات

ان پانچوں خود مختار دولوں میں خانہ جنگی شروع ہوگئی حاکم سرقوسہ ابن ثمنہ نے بلرم کی طرف پیش قدمی کی، فتنہ پرداز جماعت نے اس کا خیر مقدم کیا اور سب اہلِ بلرم نے اس کو جائز فرمانروا مان لیا۔ ابن ثمنہ نے بلرم کی حکومت ہاتھ میں لے کر قطانیہ کے حاکم ابن کلابی سے دو دو ہاتھ کیے، وہ جنگ میں مقابلہ کرتے ہوئے کام آیا اور صوبۂ قطانیہ کا الحاق بھی مرکزی حکومت سے ہوگیا۔ ابن حواس اور ابن منکوت کمزور نہ تھے تو ان سے

مساویانہ تعلقات قائم کرلیے ابن الکلابی کی بیوہ ابن حواس کی بہن تھی جس کا نام میمونہ تھا، زمانۂ عدت ختم ہوتے ہی اس سے نکاح کرلیا[1]

ابن ثمنہ اور ابن حواس کے اس رشتہ سے ابن ثمنہ کا وقار بڑھ گیا۔ بلرم کی مسجدوں میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا اور پھر سے امن امان کی لہر صقلیہ میں دوڑ گئی۔ یہ صوبہ دار شیعہ تھے، انھوں نے خلافت فاطمی سے بھی انتساب قائم کرلیا، مگر ۴۴۴ھ میں میمونہ اور ابن ثمنہ میں کسی بات پر شکررنجی ہوگئی اور یہاں تک بڑھی کہ ابن ثمنہ شراب کے نشہ میں میمونہ کو بہت برا کہنے لگا، جس کا جواب اس نے بھی ویسا ہی دیا۔ اس نے طیش میں آکر اس کے دونوں ہاتھوں کی فصد کھلوادی خون کا فوارہ جاری ہوگیا، اسی حال میں چھوڑ کر چلا گیا۔ ابن ثمنہ کے لڑکے کو خبر لگی اس نے طبار کو بلا کر علاج کرایا اور وہ تندرست ہوگئی۔ دوسرے دن میمونہ سے معذرت خواہ ہوا، مگر اس کا دل صاف نہیں ہوا۔ موقعہ پاکر اپنے بھائی کے پاس چلی گئی اور اس سے تمام حالات کہے وہ سنتے ہی آگ بگولہ ہوگیا۔ اُس نے میمونہ کو بلوایا، ابن حواس نے جانے نہ دیا، ابن ثمنہ جوشِ غضب میں اپنی فوجیں لے کر قصریانہ پہنچا، ابن حواس مقابلہ کے لیے نکلا ابن ثمنہ کو شکست ہوئی وہ قطانیہ کی طرف فرار ہوا قصریانی لشکر تعاقب کرتا رہا ابن ثمنہ کی فوج بہت کام آئی۔ آخرش ابن ثمنہ جان بچا کر مسینا میں داخل ہوگیا یہاں عیسائی حکومت تھی، اس کی پناہ لی۔

---

[1] ابن خلدون۔ ج ۴ ص ۲۱۰۔

صقلیہ سے اسلامی حکومت کا خاتمہ

مسینا کے عیسائیوں نے مسلمانوں کی خانہ جنگی کو دیکھ کر نارمنوں کو دعوت دی اس کے بعد ہی ابن ثمنہ مسینا سے کلبریہ (علاقہ اٹلی) روانہ ہوا اور ملیطو پہنچ کر حاکم کلبریہ رابرٹ گوسکارڈ کو صقلیہ پر حملہ کی استدعا پیش کی۔ اس نے راجر کو صقلیہ کے معاملات سپرد کر دیے۔

تاریخ نارمن

نارمن جیسا کہ پہلے اشارہ کیا جا چکا ہے قزاق پیشہ لوگ تھے۔ ناروے کے رہنے والے تھے۔ شارلمین کے عہد میں فرانس پر حملہ کیا حتیٰ کہ پیرس کو نرغہ میں لے لیا تو برگنڈی ان کو دے دیا گیا اور کچھ عرصہ بعد ان کا سیاسی وجود تسلیم کر لیا گیا۔ ایک باجگذار ریاست نارمن یا نارمنڈی قائم ہو گئی۔ رئیس نارمن ردالف قدیم بت پرستی چھوڑ کر عیسائی ہو گیا اور شاہی خاندان کی لڑکی اس کے عقد میں آ گئی۔ غرضکہ ان نارمنوں نے اٹلی کا رخ کیا اور اسلامی علاقہ کو تاراج کر کے اپنی ریاست قائم کر لی ان میں رابرٹ گوسکارڈ اولوالعزم شخص تھا اس کا بھائی راجر تھا جس سے اور ابن ثمنہ سے صقلیہ پر حملہ کرنے کے معاملات طے ہوئے اور رجب ۴۵۳ھ میں دشمن ملک و ملت ابن ثمنہ کی رہبری میں راجر کلبریہ سے فوج لے کر صقلیہ روانہ ہوا[1] اور مسینا پہنچا عیسائیوں نے اس کا خیر مقدم کیا اور مسینا راجر

---

[1] ابن خلدون جلد ۴ ص ۲۱۱

کے قبضہ میں آگیا اور ابن ثمنہ غدار کے ذریعہ قطانیہ بلا مزاحمت کے راجر کے ہاتھ آگیا۔ پھر قصریانہ کی طرف رُخ کیا اور رسٹانک تک پہنچ گیا۔ غرضکہ ایک بڑا حصہ صقلیہ کے شمالی علاقہ کا اس کے زیرِ اقتدار آگیا۔ ابن حواس نے قصریانہ پر نارمنوں سے مقابلہ کیا مگر شکست کا منہ دیکھنا پڑا، قلعہ بند ہو گیا، راجر نے محاصرہ میں وقت ضائع نہیں کیا بلکہ اکثر قلعے اور شہر جو نگہبانوں سے خالی تھے ان پر قبضہ کر کے صلیبی علم لہرا دیے۔ صلحاء و علماء نے مدافعت کی صورت نہیں دیکھی تو وہ اسلامی ملکوں کو ہجرت کر گئے۔ اہلِ صقلیہ نے پھر المعز سے امداد چاہی اُس نے پھر بحری بیڑہ بھیجا مگر قوصرہ کے قریب وہ بھی غرقاب ہو گیا۔ ابن اثیر اور نُویری اس بیڑے کی بربادی کا ذکر حسب ذیل کرتے ہیں:۔

> "اس بیڑے کی بربادی سے المعز بہت کمزور ہو گیا اور عرب جو عبیدیین کے فرستادہ تھے صنہاجہ کے شہروں پر قابض ہونے لگے اور اسی کے بعد اس وقت فرنگی صقلیہ کے اکثر شہروں پر بغیر کسی روک ٹوک کے قابض ہونے لگے جن کو روکنے والا کوئی موجود نہ تھا کیونکہ فرمانروائے افریقہ عربوں سے برسرِ پیکار ہو گیا اور پھر وہ ۴۵۳ھ میں وفات پا گیا۔"

نارمن شہر بہ شہر فتح کرتے ہوئے صقلیہ میں آگے بڑھ رہے تھے، نیز عجلتِ کار کے لیے اٹلی سے مزید کمک طلب کی اور رابرٹ خود اپنی قیادت میں فوج لے کر ۴۵۳ھ میں صقلیہ پہنچا اور چھوٹے بڑے قلعوں پر قابض ہو گیا۔ اب مسلمانوں کے قبضہ میں جرجنت، قصریانہ، بلرم، سرقوسہ، مازر،

(تاریخ صقلیہ)

طرابنش، ارغوس، نوطس وغیرہ باقی رہ گئے تھے اور بلرم میں نام نہاد مرکزی حکومت قائم تھی۔ اٹلی میں شہر اطرانہ میں مسلم ریاست تھی وہ بھی اس سنہ میں نارمنوں کے قبضہ میں آگئی اور یہاں سے دولتِ اسلامی کا بالکلیہ خاتمہ ہو گیا۔ مسلمان ہجرت کر کے صقلیہ کے شہروں میں آگئے، جو رہ گئے وہ اسلام کے دائرہ سے نکل گئے۔

تمیم بن المعز بادشاہ صنہاجہ نے مسلمانانِ صقلیہ کی مدد کے لیے اپنے لڑکوں ایوب اور علی کو مع فوج اسلامی کے بھیجا۔ ایوب بلرم ٹھہرا، علی نارمنوں کا راستہ روکنے کے لیے جرجنت چلا گیا۔ ابن حواس نے محل میں ٹھہرایا اور بڑی خاطر کی، ایوب بھی یہیں آگیا۔ دونوں بھائیوں کی آمد سے اہل صقلیہ ان کے گرویدہ ہو گئے۔ انہوں نے ملک کی شیرازہ بندی کرنی شروع کی اور نارمنوں سے مقابلہ کی تیاری کرنے لگے کہ ابن حواس نے وطن اور ملک سے غداری کی۔ مہمانوں سے مڈبھیڑ کر بیٹھا ہر دو طرف کی فوجیں معرکہ آرا ہوئیں جس میں ابن حواس کام آیا۔ اب افریقی اور صقلوی مسلمانوں میں چل گئی ہر دو شہزادے افریقہ چلتے ہوئے مسلمانوں کو ان کے حال پر چھوڑ گئے اعیان و امرائے وقت نے یہ رنگ دیکھ کر ہجرت پر کمر باندھی انبوہِ کثیر صقلیہ کو چھوڑ کر افریقہ آگیا۔[1]

ابن البعباع آخری تاجدار صقلیہ

مسلمانانِ صقلیہ نے اپنا امیر ابن البعباع کو بنالیا، اُس نے نارمنوں

---

[1] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۳۳

سے خوب مقابلے کیے۔ دولتِ فاطمیہ مصر نے ۴۶۳ھ میں ایک قاصد ابن البعباع سے خراج کی رقم طلب کرنے کے لیے بھیجا، کیونکہ صقلیہ بطور ایک ماتحت صوبہ کے حکومتِ مصر کو ادا کرتا تھا۔ ابن البعباع نے قاصد سے معذرت چاہی۔ قاصد نے دربارِ مصر کو پیغام پہنچا دیا۔ فاطمی خلیفہ نے ابن البعباع کے خلاف نارمنوں کو لکھ بھیجا کہ صقلیہ کا کل علاقہ تم کو دیا جاتا ہے، تم ہمارے باغی کو نکال باہر کرو۔ یہ تھا عبیدیین کا کارنامہ غرضیکہ فاطمی خلیفہ کے حکم پر غیر مسلم نارمن جنگی بیڑہ لے کر ابن البعباع کو نکالنے بلرم کے ساحل پر پہنچ گئے۔ بلرم کے محاصرہ کی خبر تمام یورپ میں پھیل گئی۔ چنانچہ بقول مسٹر اسکاٹ یورپ کے ہر ملک سے جوق درجوق عیسائی سمندر اور خشکی کی طرف سے بلرم پہنچے اور مسلمانوں کے اس دار السلطنت کو گھیر لیا۔ ادھر بلرم کے عیسائی نمک حرامی پر آمادہ ہو گئے اور تمام پرانے احسانات کو بھلا کر نارمنوں کے معاون بن گئے۔ اس کے علاوہ فرقہ وارانہ عقائد کو اس موقعہ پر ہوا دی جا رہی تھی۔ مگر ایک جماعت پرستارانِ توحید کی ایسی تھی جو اسلام کے لیے جامِ شہادت نوش کرنے کے لیے سر بکف تیار تھی۔ چنانچہ ان مسلمانوں نے نارمنوں کا جان توڑ کر مقابلہ کیا جس کی وجہ سے بلرم کے محاصرہ کو پانچ ماہ گزر گئے۔ نارمنوں کی ہمت پست ہونے لگی اور محاصرہ سے دست بردار ہونے کو تھے کہ غدار عیسائیوں نے نارمنوں کو خفیہ پیغام بھیجا کہ فلاں فصیل کا رخ کمزور ہے۔ چنانچہ پوری قوت سے نارمن اس طرف جھک پڑے۔ مسلمانوں کے لیے بچاؤ کا کوئی چارہ کار نہ تھا انہوں نے مجبوری

صلح کی درخواست شرائطِ ذیل کے ساتھ نارمنوں کو پیش کردی تاریخ صقلیہ سے شرائط نقل ہیں :-

(۱) عیسائی حکومت مسلمانوں کو کامل مذہبی آزادی دیگی۔

(۲) بلرم کی تمام مسجدیں اپنی جگہ پر برقرار رکھی جائینگی۔

(۳) مسلمانوں کے لیے اسلامی قانون نافذ رہیگا۔

(۴) مسلمانوں کے مقدمات مسلمان قاضی فیصل کریگا۔[۱]

نارمنوں نے شرائط منظور کیے، مسلمانوں نے بلرم پر قبضہ دے دیا عیسائیوں نے برجوں، فصیل اور پھاٹکوں پر پرچم اسلامی کے بجائے صلیبی جھنڈا نصب کردیا۔[۲]

بلرم کی تسخیر کے بعد مازر و طرابنش کا رُخ کیا۔ عبداللہ بن منکوت نے اہلِ بلرم کی طرح نارمنوں سے معاملہ کیا اور خود با دیدۂ نم مع اہل عیال کے افریقہ صنہاجی فرمانروا کے پاس چلا گیا، جہاں فوجی عہدہ پر سرفراز کیا گیا یہ واقعہ سنہ ۴۶۴ھ کا ہے۔

غرضکہ صقلیہ سے اسلامی حکمرانی کا خاتمہ اس طرح ہوا۔ ابن ثمنہ کا خاتمہ ابن حواس نے کیا تھا اور ابن حواس جرجنت میں تیر کا نشانہ بنا۔ ابن البعباع نے بلرم کو نارمنوں کے سپرد کیا۔ اب ابن منکوت نے حکومت سے دستبرداری دے دی۔ نارمنوں کی باہمی تقسیم کی رو سے صقلیہ راجر طالمی کے قبضہ میں گیا، اور رابرٹ بلرم اور مسینا میں نصف حصہ کا شریک رہا۔

---

[۱] تاریخ صقلیہ ج ۱ ص ۴۴۱۔ [۲] ابن الاثیر ج ۱۰ ص ۱۳۴

جر نے خود مختار فرمانروا کی حیثیت سے حکومت کا نظم ونسق درست کیا اور چار
س بعد شمالی صقلیہ کے اہم شہر طرمین۔ سرقوسہ پر متصرف ہوگیا[1]۔ اس کے بعد
رجنت (۴۸۱ھ) اور قصریانہ (۴۸۴ھ) سے لیے۔ یہاں کے مسلمانوں نے خوب خوب
قابلہ کیا، مگر قسمت سے لاچار رہے۔ راجر نے رغوس اور نوطس پر پوری
رت سے حملہ کر کے فتح کر لیے مگر یہ فتح شرائط کی صورت میں بھی جیسی بلرم
یں کی گئی۔ بحر روم کے وسیع ترین جزیرۂ صقلیہ سے مسلمانوں کی آخری
فرمانروائی کا ۴۸۴ھ میں خاتمہ ہوگیا اور صقلیہ کے مسلمان عیسائی حکومت
کی رعایا قرار پائے[2]۔

صقلیہ وجزائر سے مسلمانوں کا اخراج

راجر اول نے پورے صقلیہ پر قبضہ کر لیا اور وہ تنہا فرمانروائے صقلیہ تسلیم کر لیا گیا، تو مسلمانوں کو زیر کرنے کے لیے جنوبی اٹلی و نارمنڈی سے رومیوں اور عیسائیوں کو صقلیہ لا لا کر مسلمانوں کے پہلو میں آباد کیا اس کے ساتھ ہی مذہب اسلام کی اشاعت قانوناً ممنوع کر دی اور تمام صنعت وحرفت و تجارت اور معاش کے عام شعبوں سے مسلمانوں کو علیحدہ کر کے عیسائیوں کو سپرد کر دیے[3] اور زمینداریاں جو مسلمانوں کے قبضہ میں تھیں راجر ظالم نے ان سے چھین کر نو آباد عیسائیوں کو سپرد کر دیں۔ مسلمان

---

[1] اخبار الاندلس ج ۲ صفحہ ۵۹ [2] ابن اثیر۔ ج ۱۰ ص ۱۳۲
[3] ابو الفداء۔

مزدور پیشہ کاشتکار کی حیثیت سے رہ گئے، ذی اثر و معزز مسلمانوں نے جزیرہ صقلیہ کو خیرباد کہا اور افریقہ، مصر، اندلس میں جا کر اقامت پذیر ہو گئے بہت سے کمزور مسلمان آغوشِ عیسویت میں جا کر بظاہر مصائب سے بچ گئے اور عقبیٰ کو برباد کر لیا۔

بلرم، نوطس، جرجنت میں مسلمانوں کو کچھ آزادی تھی اور وہ ارکانِ مذہب ادا کر سکتے تھے اور مقدمات بھی اسلامی قانون کی رو سے طے ہوتے تھے۔ قصریانہ، سرقوسہ، مسینا وغیرہ میں مسلمان بدتر حالت سے زندگی گزار رہے تھے بلکہ مسینا معزز مسلمانوں سے خالی ہو گیا تھا صرف قلیوں کی حیثیت سے رہ گئے تھے۔ یہ راجر اول نے معاہدہ کا پھل مسلمانوں کو دیا تھا۔ آخرش وہ ۲۲ جون ۱۱۰۱ء / ۴۹۴ھ کو مرگیا اور اس کا بڑا لڑکا سائمن جانشین ہوا جو دو برس سے زیادہ زندہ نہ رہا۔ اس کے بھائی راجر دوم نے تخت سنبھالا، یہ ۴۹۹ھ میں تخت نشین ہوا مگر زمامِ حکومت ۵۰۶ھ میں ہاتھ میں لی، اس کی توجہ جنوبی اٹلی کی فتوحات کی طرف زیادہ تھی۔ فرانس اور انگلستان سے معرکہ آرا رہا جس کی وجہ سے بالآخر اُس نے سلطنت کلیسا سے اپنی حکمرانی تسلیم کرالی جس کے بعد سے یہ نارمن فرمانروائے صقلیہ شاہ کے لقب سے متصف ہوا اور یورپ کے ممتاز بادشاہوں میں شمار کیا گیا۔

راجر نے راجر اول کے ظالمانہ طریقہ کو روا نہ رکھا بلکہ ملک کی حالت کا جائزہ لیا تو اُس نے اندازہ کر لیا کہ اہلِ صقلیہ یا رومی ملک کو خوش حال

رکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے، جو لوگ نئے لاکر بسائے گئے تھے وہ اعلیٰ تہذیب و شائستگی سے معرّا تھے، اس نے مسلمانوں کو نوازا اور نظامِ حکومت میں شریک کیا۔ تجارت اور صنعت و حرفت میں پھر مسلمان درآئے۔ اب مسلمان معزز شہریوں کی زندگی بسر کرنے لگے۔ راجر نے وہی سب مراسم و لوازم بادشاہی اختیار کیے جو سابق مسلمان فرمانروائے صقلیہ کے یہاں جاری تھے۔

مسلمانوں نے حکومت سے کامل اشتراکِ عمل کیا غرضکہ مسلمانانِ صقلیہ نے ملکی نظم و نسق میں برابر کا حصہ لیا بلکہ فوج میں معزز عہدے قبول کرکے نارمن قوت کو دوبالا کردیا۔ ان دنوں نارمنوں کا بیڑہ بحرروم کے تمام بیڑوں میں مضبوط بیڑا بن گیا اور اٹلی کے صوبوں پر تاخت شروع کردی۔ دوسری طرف بحرروم کے اسلامی مقبوضات کو مسلمانوں سے چھین چھین کر نارمنوں کے زیرِ علم لانے لگے۔ غرضکہ اسلامی جزائر اور شمالی افریقہ کے زرخیز علاقے نارمنوں کے قبضہ میں چلے گئے۔ مسلمانوں کے اشتراکِ عمل سے راجر دوم نے ۱۱۳۰ء ۵۲۴ھ میں شاہ صقلیہ و ایطالیہ کا لقب حاصل کرلیا اور سلطنتِ کلیسا کی جانب سے اس کی تاجپوشی ہوئی اور راجر دوم کی حکومت نے یورپ کی ممتاز ترین اور مستحکم ترین حکمرانوں پر تفوق حاصل کرلیا[1]۔

راجر دوم ۱۱۵۱ء میں اپنے لڑکے ولیم کے حق میں حکومت سے دستبردار ہوگیا، اور تین برس بعد ۱۱۵۴ء میں فوت ہوگیا۔

---

[1] ابن اثیر۔ ج ۱۰۔ ص ۱۳۳۔

ولیم اول کچھ عرصہ باپ کے قدم بقدم چلا مسلمانوں سے حسنِ سلوک روا رکھا، مگر پوپ ایڈرین چہارم کو ولیم کی یہ زندگی پسند نہ تھی، اس نے بغاوت کرادی۔ ولیم نے واقعات کو سمجھ کر پوپ سے صلح کرلی اور مسلمانوں سے تعلقات منقطع کرنے شروع کردیئے آخرش اس نے ۱۱۶۶ء میں وفات پائی اور اس کا لڑکا ولیم دوم برسرِ حکومت آیا۔ اس کی پرورش اسلامی ماحول میں ہوئی تھی، وہ مسلمانوں سے مانوس تھا۔ اس نے اپنی حکمرانی میں مسلمانوں کو بہت چڑھایا بڑھایا، اس کی زندگی ایک مسلم فرمانروا کے مشابہ تھی

ابن جُبیر اسی کے عہد ۱۱۸۳ء ۵۸۰ھ میں صقلیہ آیا اور چار ماہ مقیم رہا۔ اس جگہ ہم ابن جُبیر کے سفرنامہ سے اس وقت کے حالات نقل کرتے ہیں:۔

"صقلیہ کا فرمانروا علیام (ولیم) ہے جو مسلمانوں کو نوکر رکھتا ہے اور خواجہ سراؤں کو اپنی خدمت میں رکھنا پسند کرتا ہے۔ یہاں کے تمام مسلمان خوف سے اپنے عقیدہ کو چھپاتے ہیں۔ ولیم کو مسلمانوں پر بڑا اعتماد ہے ان سے تمام ضروری کاموں میں مدد لیتا ہے، یہاں تک کہ اس کے باورچیخانہ کا داروغہ بھی مسلمان ہے۔ بہت سے حبشی مسلمان غلام اس کی خدمت میں رہتے ہیں۔ ان پر انہی میں سے ایک افسر ہے۔ خواجہ سرا ہی اس کے مصاحب اور وزیر ہیں اور وہی اس کے درباری اور ارکانِ دولت ہیں اس کی سلطنت کا جاہ و جلال اور زیب و زینت اُنہی سے ہے۔ وہ نہایت فاخرہ لباس پہنتے اور اصیل گھوڑوں پر سوار ہوتے ہیں۔ عیسائی فرمانرواؤں میں حکومت اور جاہ و ثروت کے لحاظ سے ولیم کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔

مگر مسلمان اپنے مذہب کی اشاعت نہیں کر سکتے اور یہ سب عیش و عشرت ان کے لیے مصیبت ہے۔ مسلمان خواجہ سرا عبد المسیح سے ملاقات ہوئی اس نے کہا کہ تم کھلم کھلا مسلمان ہو اور جو کام کرنا چاہو آزادی سے کر سکتے ہو۔ مگر ہماری حالت یہ ہے کہ ہم اپنے عقیدہ کو چھپاتے اور اپنی جان کا خوف کرتے ہیں ہم اسلام کے فرائض چھپ کر بجالاتے ہیں۔ غلامی کا طوق ہماری گردن میں ہے جزیرہ صقلیہ کے مسلمانوں کا یہ حال سن کر ہم پر رقت طاری ہوئی "

مسلمانوں کے قدیم تمدن کا اثر یہاں تک صقلیہ کے عیسائیوں پر تھا کہ عیسائی عورتیں مسلمان عورتوں کا لباس اور زیور پہنتی تھیں۔

ایک افسوسناک حال یہ بھی ہے جو ابن جبیر نے لکھا ہے کہ یہاں کے مسلمان اب عیسائی ہونے کو مسلمان رہنے پر ترجیح دیتے ہیں۔ غرضکہ مسلمانوں کی حالت ناگفتہ بہ ہو گئی تھی۔

ولیم ثانی کے مرنے کے بعد ٹانکرڈ صقلیہ کا حکمران بنا ۵۸۶ھ/۱۱۹۰ء میں تلخ پوشی ہوئی۔ شہنشاہ ہنری ششم سے اس کی جنگ چھڑ گئی۔ فیصلہ نہیں ہوا تھا کہ ۱۱۹۴ء میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کا لڑکا ولیم ثالث جانشین ہوا تو اس کو بھی ہنری ششم سے مقابلہ کرنا پڑا۔ ہنری راجر اول کا داماد تھا۔ چنانچہ وہ اٹلی میں داخل ہوا نارمنوں کے مقبوضات الیطالیہ و صقلیہ کا بآسانی مالک بن بیٹھا۔ ولیم ثالث نے اپنا تاج اس کے سپرد کر دیا مگر پھر بھی ہنری نے اس کو اندھا کر دیا۔ اس پر صقلیہ سے نارمن حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

ہنری ششم شہنشاہ جرمنی فریڈرک اول کا لڑکا تھا۔ اس نے صقلیہ کی عنانِ حکمرانی ہاتھ میں لے کر ملک کی حالت کو سدھار دیا۔ کچھ عرصہ رہ کر جرمنی چلا گیا اور اپنی بیوی کو انتظام ملک سپرد کر گیا۔ مگر پاپائے اعظم اور مقدس راہبوں نے صقلیہ کے نصرانیوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا چنانچہ ہر دو میں جنگ چھڑ گئی۔ کئی ہزار مسلمان شہید ہوئے حکومت نے عیسائیوں کی معاونت کی مسلمان یہ رنگ دیکھ کر بلرم وغیرہ سے نکل کر جنگلوں میں جا بسے اور اپنی منتشر قوت کو یکجا کیا اور پہاڑوں پر قلعہ بنائے اور شہر کے نصرانیوں اور حکومت کی فوجوں پر موقع پا کر جارحانہ حملے کرتے رہے تیس سال تک یہ عمل رہا۔ اس اثنا میں ہنری ۱۱۹۷ء میں مرگیا، اس کا لڑکا فریڈرک جانشیں ہوا اس نے مسلمانوں سے مصالحت کرلی اور ان کو بلرم اور سیرا میں آباد کیا۔ ادھر دولتِ حفصیہ افریقہ کے حکمراں سلطان ابوزکریا یحییٰ کے فریڈرک دوم سے دوستانہ مراسم ہو گئے جس کی وجہ سے مسلمانانِ صقلیہ کے ساتھ حکومت کا سلوک پہلے سے کچھ غنیمت رہا۔ سلطان ۶۴۷ھ میں راہیِ ملک بقا ہوا تو نصرانیوں نے بلرم کے مسلمانوں کو تہِ تیغ کرنا شروع کیا تو مسلمان جان بچا کر پھر جنگلوں میں چلے گئے مگر فریڈرک کی فوج نے گھیرا ڈال کر ان کی راہیں مسدود کر دیں آخرش انہوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ فریڈرک نے تمام بقیہ صقلوی مسلمانوں کو سرزمین صقلیہ سے جلاوطن کر دیا، یہ لوگ (بوجارہ) نوسیرا جا کر آباد ہو گئے۔[1]

---

[1] ابن خلدون ج ۶ ص ۲۸۰۔

فریڈرک ظالم نے صقلیہ سے مسلمانوں کو نکال کر مالٹا کے مسلمانوں کو بھی جلا وطن کر دیا وہ بھی نوسیرا آ گئے۔ ہسٹورین ہسٹری آف دی ورلڈ میں ہے۔

فریڈرک دوم کی پالیسی سے ساٹھ ہزار عرب پولیا کے شہر نوسیرا میں منتقل کر دیے گئے۔[۱]

نوسیرا اٹلی کا علاقہ تھا، یہ مسلمانانِ صقلیہ کا سب سے آخری خواب گاہ رہا۔ غرضکہ چارلس دوم نے سابقہ حکومت سے بڑھ کر ظلم مسلمانوں پر توڑے۔ نوسیرا کے مسلمان جبریہ عیسائی بنائے گئے۔ ۱۳۰۰ء میں اس علاقہ سے بھی اسلام رخصت ہو گیا۔ بہرحال مسلمانانِ صقلیہ کا حسرتناک انجام یہ ہوا۔ یہ وہ لوگ تھے کہ جن کے اسلاف نے یورپ میں اپنی تہذیب و تمدن اور علوم و فنون کی اشاعت کی، ان کے جہل کو دور کیا مگر اس احسان کا بدلہ ان کے اخلاف سے ننگِ انسانیت علمبرداران نصرانیت نے یہ لیا کہ اہل صقلیہ پر طرح طرح کے ظلم توڑے اور ان کو گھر سے بے گھر کیا ان کے علمی آثار مٹائے حتیٰ کہ قبریں تک کھدوا دیں، تاکہ نام و نشان بھی ارضِ صقلیہ پر مسلمانوں کا نہ رہے۔

نوٹ: چارلس دوم شاہ فرانس لوئی نہم کا بھائی تھا۔ پوپ اربن چہارم نے ۱۲۶۱ء میں صقلیہ کا تاج و تخت منفرڈ جرمنی سے چھین کر چارلس کو عطا کیا۔

فریڈرک نے کانرڈ چہارم کے لیے وصیت نامہ لکھ دیا تھا کہ جرمنی اور صقلیہ کا بادشاہ میرے بعد ہو۔ چنانچہ تھوڑے عرصہ حکمرانی کر کے وہ ۱۲۵۴ء میں مر گیا۔ اس کا جانشین (باقی بر صفحہ ۱۲۴)

[۱] تاریخِ صقلیہ ج ا

دولتِ فاطمیہ پر ایک نظر

دولتِ فاطمی کا سب سے پہلا حکمران ابو محمد عبید اللہ مہدی بن محمد ہوا۔ اس حکومت کے قیام میں صرف ابو عبد اللہ یمنی اور ابو العباس شیعی کی جان توڑ مساعی کو زیادہ دخل ہے۔ ورنہ محمد عبید اللہ مہدی اور اس کے بیٹوں کی زندگی کا خاتمہ سجلماسانہ (افریقہ) کے قید خانہ میں ہو چکا تھا۔ جہاں امیر سجلماسانہ یسوع نامی نے ابو نصر زیادۃ اللہ اغلبی کے اشارہ سے بحکم خلیفہ عباسی ان کو قید کر دیا تھا۔ قدرت کی ستم ظریفی کہیے یا دنیائے سیاست کا ظالمانہ اور تباہ کن اصول کہ اس مہدی نے اپنے ان دونوں محسنوں کو اقتدار ملنے کے بعد بقول ابن اثیر و ابن خلکان اس شبہ میں کہ وہ مہدی کے خلاف پروپیگنڈا کر رہے تھے ۲۹۸ھ مطابق ۹۱۰ء میں قتل کر دیا۔ غرضکہ مہدی نے ابتدائً اپنا پایۂ تخت "رقادہ" قرار دیا۔

عبید اللہ مہدی نے اپنی حکمرانی کے سات سال بعد بقول ابو الفدا ۳۰۳ھ مطابق ۹۱۵ء میں اپنے پایۂ تخت کو ساحل کے متصل ایک چھوٹے سے جزیرہ میں منتقل کر کے اس کا نام "مہدیہ" رکھا اور اس کو ہر طرح سے مکمل اور مستحکم کیا۔ اسی عرصہ میں مہدی نے ۳۰۲ھ مطابق ۹۱۴ء میں

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۲۳) دو سالہ بچہ کا نرید ثمین ہوا۔ مگر اس کے سوتیلے چچا مینفرڈ نے حکمرانی ہاتھ میں لی جس نے مسلمانوں کی معاونت سے پوپ اربن کو شکست دی۔ یہی وجہ تھی کہ پوپ نے چارلس پر عنایت مبذول کی۔

اسکندریہ پر اپنے لشکر سے حملہ کیا لیکن مقتدر باللہ کی فوجوں نے جو اس کے مشہور خادم مونس کے زیر قیادت تھیں، شدید نقصان سے اس کو پسپا کیا۔ اس حملہ کے چار سال بعد ۳۰۶ھ مطابق ۹۱۸ء میں مہدی نے پھر مصر پر حملہ کیا اور اپنے بیٹے قائم کی قیادت میں ایک زبردست فوج سمندر کے راستہ سے روانہ کی جس نے ابتداءً اسکندریہ پر قبضہ کر لیا لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں مقتدر باللہ کی کمک پہنچنے کے بعد مونس خادم نے قائم کو شکستِ فاش دی۔ اس شکست کے بعد پھر مہدی نے مصر پر حملہ کی جرأت نہ کی اور مہدیہ میں رہ کر بحیرۂ روم کے جزائر صقلیہ وغیرہ پر حکمرانی کرتا رہا۔ چوبیس سال حکمرانی کے بعد ۳۲۲ھ میں بعمر تریسٹھ سال بعہد راضی باللہ عباسی اس کا انتقال ہو گیا اور اس کا بیٹا ابو القاسم محمد الملقب بہ قائم بامر اللہ اس کی جگہ تخت نشین ہوا۔

قائم نے تخت نشینی کے ایک سال بعد بحری راستہ سے اٹلی کے مشہور ساحل جنیوا پر حملہ کر کے اس کو فتح کر لیا۔ اس کی تخت نشینی کے گیارہ سال بعد مراکو کے قبیلہ "زناتہ" کے ایک شخص ابو یزید خارجی نے قیروان میں ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالی۔ جس کا بنیادی اصول یہ تھا کہ جملہ مسلمان کافر اور ان کا مال اور خون حلال۔ مرکزیت کے فنا ہو جانے کی وجہ سے چونکہ افریقہ اس وقت ایک حد تک طوائف الملوکی کے دور سے گزر رہا تھا اس لیے ابو یزید خارجی کو اپنے مسلک میں کامیابی ہوئی۔ اور اس نے ایک بڑی جماعت منظم کر کے قائم پر حملہ کر دیا اور ٹیونس، قیروان اور رقادہ پر قبضہ کر لیا اور قائم "مہدیہ" میں محصور ہو گیا۔ اسی زمانہ جنگ و جدال اور حصار میں قائم کا انتقال ہو گیا۔

اور اس کا بیٹا اسمٰعیل منصور باللہ ۳۳۴ھ میں تخت پر بیٹھا۔ اس نے ابو یزید کا پیچھا کر کے آخر کار ۳۳۶ھ میں اس کا خاتمہ کیا، اور ملک کو اس کی لعنت سے بچایا۔ منصور باللہ کا بعمر انتالیس سال ۳۴۱ھ میں سات سال حکمرانی کے بعد انتقال ہو گیا۔ اور اس کا بیٹا بعمر چوبیس سال ابو تمیم محمد الملقب بہ معزالدین باللہ تخت نشین ہوا۔ بنو فاطمہ کا یہ پہلا حکمراں تھا جس نے خلافت پر لوگوں سے بیعت لی۔ بنو عباس کی کمزوریوں سے فائدہ اُٹھا کر معزالدین نے اپنے صقلی غلام جوہر کی قیادت میں لشکر اور بیڑا تیار کر کے اپنے پردادا کی ڈالی ہوئی داغ بیل کی تکمیل کی اور ۳۵۸ھ و ۳۵۹ھ مطابق ۹۶۹ء و ۹۷۰ء میں نہ صرف پورے مصر پر قبضہ کیا بلکہ شام بھی فتح کر لیا اور جس طرح قاہرہ کی مسجد جامع ابن طولون میں اپنا خطبہ پڑھوایا اسی طرح جامع مسجد دمشق میں بھی کیا۔ اب ان دونوں صوبوں سے بنو عباس کا گویا نام بھی گیا۔

علویہ حکومت میں گویا یہ پہلا شخص تھا جس نے توسیعِ حکومت کے بعد ہی نہ صرف خلیفہ کا لقب اختیار کیا بلکہ مہدیہ کو چھوڑ کر مصر چلا آیا۔ اور قاہرہ کو پایۂ تخت قرار دیا۔ جہاں بقول ابوالفدا بتاریخ رمضان ۳۶۵ھ مطابق ۹۷۵ء داخل ہوا اور افریقہ (ٹیونس) طرابلس الغرب اور صقلیہ کو صوبجات قرار دے کر ان پر علی الترتیب بربری قبیلہ صنہاجہ کے مشہور اشخاص بلکین بن زیری۔ عبداللہ بن نجلف کتامی اور ابوالقاسم بن الحسن کو صوبہ دار مقرر کر دیا۔ اس کے بعد سے یکے بعد دیگرے دس خلیفہ عزیز، حاکم، ظاہر، مستنصر، مستعلی، عامر، حافظ، ظافر، فائز، عاضد تختِ خلافت مصر پر بیٹھے

اس طرح بنو فاطمہ کے چودہ حکمراں ہوئے جنہوں نے ۲۹۶ھ تا ۵۶۷ھ تک دوسو بہتر سال حکمرانی کی۔ ابتدائی محض امیر کہلائے، البتہ چوتھے حکمراں معزالدین باﷲ سے خلافت کا سلسلہ چلا۔ جو ۵۶۷ھ میں عاضدالدین باﷲ کے خاتمہ سے چند روز پہلے ہی سے ختم ہوگیا تھا۔ کیونکہ بقول ابوالفداء صلاح الدینؒ نے مصر کی وزارت کے بعد سلطان نورالدین والیِ دمشق کے حکم سے محرم ۵۶۷ھ سے پہلے جمعہ کو تمام مساجدِ مصر میں خلیفہ مستضی باﷲ عباسی کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ اور عبیدیہ یا بنو فاطمہ کا خطبہ مسدود کیا۔ بنو فاطمہ کے آخری خلیفہ عاضدالدین باﷲ کے حالاتِ زندگی کا مختصراً ذکر کرتے ہوئے ابن خلکان راوی ہے۔

"بنو فاطمہ کے ابتدائی حکمراں نے علمائے وقت سے درخواست کی کہ وہ خلفائے بنو فاطمہ کے لیے چند موزوں القاب لکھ دیں۔ تاکہ ہر خلیفہ ان القاب میں سے کسی ایک لقب کو اختیار کرتا رہے۔ چنانچہ انہوں نے چند القاب لکھ دیے۔ انہی میں عاضد بھی تھا۔ یہ عجب اتفاق ہے کہ یہ لقب آخری خلیفہ نے اختیار کیا۔ لغت میں اس کے معنے توڑنے والے کے ہیں۔ گویا حکومت کو توڑنے والا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور حکومت پاش پاش ہوگئی۔

خلفائے فاطمیہ

۲۹۷ - ۵۶۷ھ

عبیداللہ المہدی	۲۹۷	قائم	۳۲۲ھ

منصور	۳۳۴	مستعلی	۴۸۷
معزابعد	۳۴۱	آمر	۴۹۵
عزیز	۳۶۵	حافظ	۵۲۴
حاکم	۳۸۶	ظافر	۵۴۴
ظاہر	۴۱۱	فائز	۵۴۹
مستنصر	۴۲۷	عاضدالدین باللہ	۵۵۵-۵۶۷

بقول ابن خلکان عاضدالدین باللہ کا دوشنبہ ۱۱ محرم ۵۶۷ھ کو انقطاعِ خطبہ کے تیسرے روز انتقال ہوگیا اور صلاح الدین سلطان نورالدین والیِ دمشق کی طرف سے سیاہ وسفید کا مالک بن گیا۔ اس کے دو سال بعد ۵۶۹ھ میں جب سلطان نورالدین کا انتقال ہوگیا تو صلاح الدین دمشق وغیرہ کا بھی حکمراں ہوگیا۔ اور اس طرح سلطان صلاح الدین کے لقب سے ملقب ہوا۔

بقول ابن خلکان سلطان صلاح الدین کے جنگی کارناموں کے ساتھ ساتھ علمی کارنامے بھی بے شمار ہیں۔ علاوہ ان مدارس اور اوقاف کے جو سلطان نورالدین نے دمشق وغیرہ میں جاری کیے تھے، سلطان صلاح الدین نے مصر کو جامع العلوم بنادیا تھا۔ بنو فاطمہ کے حکمرانوں نے جتنی زیادہ اس طرف سے غفلت برتی تھی اسی قدر اس نے اس طرف توجہ کی اور بہت سے مدارس اور اوقاف اور شفاخانجات مختلف ناموں سے مصر و نیز بیت المقدس میں قائم کیے۔ لیکن کسی کو اپنے نام سے منسوب نہیں کیا۔ فی الحقیقۃ

خفیہ صدقہ اسی کو کہتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس کو اپنی ذاتی شہرت کا خیال مطلقاً نہیں تھا۔ بلکہ خدمتِ اسلام وانسان اس کا مسلک تھا۔ اپنے عروج اور اپنی خود مختاری کے بعد وہ اپنے اور اپنی اولاد کے لیے بہت کچھ کر سکتا تھا۔ لیکن بقول ابن خلکان :

" مرنے کے بعد اس سلطان کے ذاتی خزانے میں سوائے سینتالیس درہم کے نہ سونا تھا نہ چاندی تھی۔ بوقتِ موت اپنے وارثوں کے لیے نہ کوئی مکان چھوڑا، نہ باغ، نہ زمین نہ جاگیر"

مفصل حالات تاریخ ملت حصہ ہفتم (تاریخ مصر) میں لکھے جا چکے ہیں۔

عہد کلبیہ

اغالبہ کے زوال کے بعد فاطمیوں کا دور صقلیہ پر آیا جس میں اشاعتِ اسلام اور فتوحات کا دائرہ محدود ہو کر رہ گیا۔ افریقہ میں فاطمیوں نے جو ظلم وجور دوسرے فرقِ اسلامیہ پر روا رکھے تھے انہی کا اعادہ صقلیہ میں بھی روا رکھا۔ شیعیت کو بہت کچھ پھیلانا چاہا مگر عوام میں مقبولیت نہیں ہوئی۔ البتہ قاضی، مفتی معزول کر دیے گئے۔ مذہبی تشدد خوفناک طریقہ پر تھا۔ افریقہ میں خلفائے بنی فاطمہ کے ولاۃِ صقلیہ نے علماء واصحابِ فضل ابوالقاسم طرزی قاضی صقلیہ اور ابوالعباس بن بطریقہ کو کوڑے لگوائے، ابنِ بذیل اور ابراہیم بن بردوم کو تہ تیغ کیا گیا۔ قلعوں اور مسجدوں میں جو

بانیوں کے نام کندہ تھے ان کو مٹا کر خلفائے فاطمی کے نام لکھے گئے مگر شیعت صرف حکام اور ولاۃ تک محدود تھی، عوام سب حنفی و مالکی، مذہب کے ماننے والے تھے، البتہ یہ ہوا کہ اسلامی گرفت ڈھیلی ہو گئی اور پہلا سا شغف باقی نہ رہا۔

مسلمانانِ صقلیہ

صقلیہ میں اہلِ عرب اور بربر قوم کا ورود ۲۳۲ھ سے شروع ہوا جب صقلیہ کا علاقہ زیرِ نگین آتا گیا قبائلِ عرب، قریش، بنو کندہ، بنو فہر، بنو حنظلہ اوس و خزرج اور افریقہ کے بربر آکر مقیم ہوتے رہے۔ بنو تمیم، بنو کلب فرمانروا خاندان کی حیثیت سے ممتاز تھے انہیں میں اکابر علماء بھی تھے۔ عرب کے دیگر قبائل ربیعی۔ بکری۔ وذانی ہسمی، معافری، کنانی، لخمی، قیسی یہاں آکر آباد ہوتے گئے۔ بربر میں بنو کتامہ، بنو طرزی۔ ان کے علاوہ موالی اور نو مسلم صقلین تھے۔

عربوں کی تہذیب و تمدن کا اثر نو مسلم صقلین پر بھی پڑے بغیر نہ رہا وہ بھی اسلامی خوبیوں سے متصف ہو گئے اسلامی آبادی زیادہ تر بلرم دار الحکومت میں تھی یہی وجہ تھی کہ بلرم صقلیہ میں مثل قرطبہ و غرناطہ کے تھا۔ کثرت سے مساجد، حمام، مدارس، محلات یہاں مسلمانوں نے تعمیر کیے تھے یہ پُر رونق شہر بن گیا تھا۔

دارالحکومت

بلرم صقلیہ کا شیراز تھا شہر کی محلہ وار تقسیم تھی۔ سرکاری عمارتیں، جداگانہ دفاتر امراء کے عالی شان محل، مکانوں کے ارد گرد چمن بندیاں، نزہت بخش فوارے، مرمریں و سنگِ رخام کی سڑکیں پُر رونق بازار، کثرت سے نہریں تھیں جو بڑی عمارت کے خانہ باغ میں سے گزرتی تھیں۔ ہوٹل، حمام جا بجا، کثرت سے مساجد جن میں سے تین سو مشہور تھیں۔ جامع مسجد بڑی شاندار تھی۔ قصر سعد، قصر جعفر خوبصورتی کے اعتبار سے لاجواب محلات تھے۔ ان کے علاوہ بہت سے امراء کے اور وُلاۃ کے محلات تھے

بلادِ صقلیہ

بلرم۔ یہ دارالحکومت تھا اور مثل قرطبہ کے تھا۔

شترمہ۔ بلرم سے ۲۵ میل جانب جنوب تھا زرعی و تجارتی حیثیت تھی۔

شغادی۔ شترمہ سے ۲۵ میل پر آباد تھا ارد گرد پہاڑ سے محیط ہے۔

مسینا۔ بلرم کے بعد دوسرا مرکزی شہر تھا یہ بڑی بندرگاہ تھی۔

طبرمین۔ کوہِ آتش فشاں کے دامن میں تھا یہاں سونے کی کان تھی۔

قطانیہ۔ یہ تجارت کی بڑی منڈی تھی۔

لیاج۔ کوہِ آتش فشاں کے مشرق میں تھا۔

لبنتنی ۔ سمندر سے چھ میل تھا۔
سرقوسہ۔ جنگی قلعہ تھا یہ علما کی بستی تھی۔
شکلہ۔ ساحلِ سمندر سے ۳ میل تھا، تجارتی جگہ تھی۔
الموص۔ شکلہ سے ۱۳ میل پر واقع تھا۔

بثیرہ۔
لنباذہ۔
شاقہ۔ جرجنٹ سے ۲۵ میل ساحل پر آباد تھا۔
مازر۔ صقلیہ کا سب سے پہلا اسلامی شہر ہے یہ تجارتی حیثیت سے افریقہ اور صقلیہ کا نقطۂ اتصال تھا۔
طرابنس۔
قلعہ اوبی۔ ساحل کا اوسط درجہ کا شہر تھا۔
جرجنت۔ ساحل سے تین میل پر تھا، شہر آباد اور پُر رونق تھا۔
نوطن۔ سمندر سے ۸ میل پر آباد تھا یہاں زراعت وصنعت وحرفت ترقی پر تھی۔
قصر بانہ۔ یہ رومیوں کی یادگار سے ہے۔
علقمہ۔ بلرم اور طرابنس کے راستہ پر تھا۔

علمائے صقلیہ

صقلیہ کا علمی دور

صقلیہ یونان اور رومیوں کے عہد میں بھی علوم و فنون کا مرکز رہا ہے مگر مسلمانوں کے ورودِ مسعود سے پہلے ہی تمام آثارِ علمیہ مٹ چکے تھے جہالت کا عمل دخل تھا، عیسائی علماء اور اساقفہ اپنے اقتدار کی خاطر عوام کو جاہل بنائے رکھنا ضروری سمجھتے تھے۔ مسلمانوں کے قدم پہنچتے ہی علم کی روشنی پھیلنے لگی بڑے بڑے علماء عالمِ اسلامی سے یہاں آگئے، اُنھوں نے علومِ قرآن، حدیث، فقہ، اصولِ فقہ، اصولِ حدیث، کلام، مناظرہ، مغازی، تاریخ و رجال، صرف و نحو، ادب و لغت اور طب کی عام اشاعت کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہلِ صقلیہ میں اصحابِ فضل و کمال کثرت سے پیدا ہوئے اس جگہ انہی اساطینِ علم کے حالات مختصراً تحریر کیے جاتے ہیں۔

تذکرۂ اربابِ فضل و کمال

ابن الحکار۔ شیخ ابو حفص بن عبد النور المعروف با بن الحکار اپنے وقت کے جید عالم تھے، قاضی عیاض کو ان کے علم و فضل کا اعتراف ہے اور ابن قطان نے ایک قصیدہ ان کی مدح میں لکھا ہے۔ شرح المدونہ، انتقاد علی التونسی فی الف مسئلہ، مختصر کتاب التمامات آپ کی یادگار سے ہیں

ابن صاحب الخمس ابو محمد۔ مختلف علوم میں دستگاہ تھی۔ ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن محمد معافری جو قاضی عیاض کے اُستاذ تھے ان سے تلمذ رکھتے تھے۔ علم حدیث کی اشاعت آپ سے صقلیہ میں خوب ہوئی اس کے علاوہ اصولِ فقہ و فرائض میں ملکۂ خاص تھا، امام سمجھے جاتے تھے مگر فتویٰ دینے میں محتاط تھے۔

ابن ابی الفرج ذکی مازری، پورا نام شیخ ابو عبداللہ محمد بن ابی الفرج ذکی تھا، فقہ علماءِ مازر سے حاصل کی، قیروان جاکر قلعہ بنی حماد میں قیام کیا ابوالقاسم سیوری اور علامہ خرقی سے بقیہ علوم کی تحصیل کی، درس و تدریس شغل تھا ابوالفضل ابن نحوی قاضی ابو عبداللہ بن داؤد تلامذہ میں سے تھے۔ علومِ ادب و کلام میں امتیازی درجہ رکھتے تھے۔ کتاب تعلیق ورسالہ اعتراضات بر فتاوی سیوری یادگار سے ہیں

ابن حجر۔ ابوزید عبدالرحمٰن بن علی بن محمد قرشی معروف بابن حجر، ساتویں صدی کے فقہائے صقلیہ سے تھے قیام بجایہ میں تھا۔ ابتدائی علوم تحصیل کر کے افریقہ گئے۔ ابوزید عبدالرحمٰن بن اسمٰعیل بن حداد تونسی سے علم فقہ حاصل کیا نحو و لغت میں بڑے ماہر مشہور تھے، بجایہ میں درس و تدریس کا شغل اختیار کیا، طبعی عمر پاکر وصال ہوا۔

ابن حیون شکلی کا پورا نام الحاج الخطیب ابو عبداللہ محمد بن علی بن محمد بن حسن بن حیون شکلی، فنِ فقہ کی تحصیل کے بعد مراکش گئے شیخ الاسلام کے عہدہ پر سرفراز ہوئے۔ صقلیہ میں آپ کی ذات سے علوم اسلام کی بڑی

اشاعت ہوئی، فقہ کو بڑا فروغ ہوا۔ ۲۹۶ھ میں انتقال ہوا۔

ابن المودب عبداللہ بن ابراہیم بن مثنیٰ طوسی، اصل وطن قیروان تھا۔ علم ادب حاصل کر کے والیٔ صقلیہ ثقۃ الدولہ کی علمار پروری سُن کر وطن سے صقلیہ آیا اور ثقۃ الدولہ کی خدمت میں باریاب ہوا، مگر اس کی قدردانی کچھ نہ ہوئی جس پر اس نے اس کی ہجو لکھ ڈالی آخر خارج البلد کر دیا گیا۔

ابن کلاعی ابوالعباس احمد بن کلاعی فقیہ علم ادب کا متبحر عالم تھا، اور اس کے ساتھ ذوق شاعری رکھتا تھا بقیہ احوال میسر نہ آسکے۔

ابن فہام مقری علم نحو کا بڑا ماہر تھا ابن ناشاد نحوی سے تلمذ اختیار کیا تھا، اس کی تالیفات نحو میں تھیں۔ علمائے نحو میں خاص شہرت تھی۔

ابن رشیق ابو علی حسن بن رشیق۔ وطن اصلی قیروان تھا مگر تمام عمر صقلیہ میں گزار دی۔ کتاب العمدہ آپ کی بہترین یادگار ہے، اس کے علاوہ کتاب الشذوز فی اللغۃ، میزان العمل، الروضہ الموشیۃ، کتاب المساوی۔ مختصر الموطا، الموذج اللغۃ، تاریخ قیروان، دیوان ابن رشیق۔ یہ کتابیں اس کی تالیفات سے ہیں۔ ابن رشیق نے مازر میں ۴۶۳ھ میں وفات پائی۔ اور وہیں سپرد خاک ہوا[۱]

ابن القطاع۔ ابوالقاسم محمد بن علی معروف بابن القطاع۔ یہ زیادۃ اللہ بن محمد الاغلب والیٔ افریقیہ کی اولاد سے تھا جب اس کے اسلاف سے حکمرانی گئی تو ابن القطاع کے جد افریقیہ سے اسپین چلے گئے پھر یہ خاندان

---

[۱] طبقات الشعراء

صقلیہ منتقل ہوگیا، اغلبی خاندان فرمانروائی کے ساتھ علم وفضل سے دلی لگاؤ رکھتا تھا۔

ابن القطاع ۱۰ صفر ۴۳۳ھ میں پیدا ہوئے۔ صقلیہ میں علم ادب کا چرچا تھا، ابوبکر محمد بن علی بن حسن بن عبدالبر لغوی سے تمام اصنافِ ادب کی تحصیل کی اور خود ذاتی مطالعہ سے لغت و نحو میں صاحبِ کمال ہوئے۔ جوہری کی مشہور کتاب صحاح اپنے استاذ سے پڑھی تھی اور اس کی ترویج میں سرگرم سعی کی ابن خلکان کہتا ہے:۔

"وہ مشہور علمار سے تھا، ادب میں یدطولیٰ رکھتا تھا، ائمۂ ادب خصوصاً اہلِ لغت میں سے ایک تھا اور علم نحو میں نہایت درجہ بلند رتبہ رکھتا تھا"

نارمنی غلبہ سے وطن سے نکل کر مصر گیا، الآمر باحکام اللہ فاطمی (۴۹۵-۵۲۴) کا زمانہ تھا اس کے وزیر افضل بن امیر الجیوش بدر الجمالی نے اپنے لڑکے کی اتالیقی پر مامور کیا۔ حواشی صحاح جوہری۔ کتاب الافعال، کتاب الاسماء کتاب الابنیہ، کتاب السیف، کتاب القصار واسمائہم ومقاتہم، کتاب العروض۔ یہ کتب اس کی یادگار ہیں ۱۲ صفر ۵۱۵ھ میں انتقال کیا[۱]۔

ابن السوسی۔ اصل نام عثمان بن عبدالرحمٰن تھا عبدالرحمٰن مالٹا میں قیام پذیر تھے وہیں ابن السوسی پیدا ہوئے وہیں علوم کی تحصیل کی ادب اپنے والد سے حاصل کیا پھر بلرم آگئے اور ستر سال کی عمر میں فوت ہوئے شعرو

---

[۱] ابن خلکان ج ۲ ص ۲۰۵۔

شاعری میں معقول درک تھا۔

ابن حمدیس سرقوسی۔ نام ابو محمد عبد الجبار بن ابو بکر بن حمدیس ازدی تھا۔ ۴۴۷ھ میں پیدا ہوا۔ تعلیم و تربیت صقلیہ میں پائی بچپن سے شعر گوئی سے شوق تھا، اس کے کلام کی شہرت صقلیہ سے نکل کر مصر اور اندلس تک پہنچی یہاں نارمنوں کا اقتدار تھا اپنے باپ کو صقلیہ میں چھوڑ کر ۴۷۱ھ میں افریقہ چلا گیا، یہاں عربی علم ادب میں کامل مہارت پیدا کی اور اندلس چلا گیا اور المعتمد شاہ اشبیلیہ کے دربار سے منسلک ہو گیا اور اس کی شان میں مدحیہ قصائد دائیہ، زائیہ، لامیہ مشہور ہیں۔ پھر ۴۸۳ھ میں افریقہ چلا آیا۔ پھر مورقہ میں قیام کیا، یہیں ۵۲۵ھ میں انتقال کیا۔

ابن بشرون صقلی۔ علم ادب و انشار میں کامل مہارت رکھتا تھا۔ یہ نارمنوں کے زمانہ میں دیوان الرسائل والانشار کا افسر اعلیٰ تھا۔ راجر دوم کی شان میں مدحیہ شعر کہے، راجر اس کی بڑی قدر کیا کرتا تھا یہیں وفات پائی۔

ابن قلاقس۔ نام ابو الفتوح نصر اللہ بن عبد اللہ بن مخلوف اصل رہنے والا مصر کا تھا۔ ابن قلاقس عربی علم ادب کا بڑا ماہر اور شعر و سخن میں نامور تھا۔ ۵۶۲ھ میں صقلیہ آیا قائد ابو القاسم بن الحجر کے دامنِ دولت سے وابستہ ہو گیا۔ یہیں عمر گزار دی۔

ابن الحجری۔ قریہ بجایہ میں قیام تھا فقہائے صقلیہ میں شمار ہے، علم نحو لغت کے ماہر حکومت کی طرف سے بجایہ میں عہدہ دار تھے یہیں وصال ہوا۔

ابن الکوفی۔ نام ابوالحسن علی بن عبداللہ بن الجبار تھا۔ علمائے عصر سے اکتساب علم کیا، فقیہ تھے، ان کا ذکر قاضی عیاض نے کیا ہے۔ صاحبِ فتویٰ تھے۔ اور حال معلوم نہ ہو سکا۔

ابن القابلہ۔ صقلیہ کے متقدمین فقہاء سے تھے۔ دیگر حالات زندگی پر پردہ پڑا ہے۔

ابن المعلم۔ ابوالحسن علی بن ابراہیم بن علی۔ علم نحو و لغت کا عالم تھا تعبیرِ رویا میں اس کی شہرت تھی ۲۵۳ھ میں انتقال ہوا۔

ابن یونس۔ ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن یونس تمیمی علم فرائض کے امام مشہور ہیں، ان کے اساتذہ میں قاضی ابوالحسن الحصائری، عتیق بن الفرضی ابن ابی العباس ہیں۔ فقہائے صقلیہ میں ممتاز گنے جاتے تھے۔ ابن فرحون کا بیان ہے "فقیہ امام اور علمِ فرائض کے ماہر تھے" علمی خدمت کے سوا فوجی خدمات میں بھی پیش پیش تھے، علمِ فقہ میں کتاب شرح مدونہ پر مفید اضافہ کیا ہے، دوسری کتاب فرائض میں تھی۔ ۲۰ ربیع الاول ۴۵۱ھ میں وفات پائی۔

ابن ظفر۔ علم ادب و نحو و لغت میں ماہرِ کامل، شعر و سخن میں صاحبِ کمال تھے۔ ان کی متعدد کتب سلوان المطاع فی عدوان الطباع۔ ملیح اللغۃ، کتاب السفریہ، کتاب التنقیب، کتاب اوہام الخواص فی اتہام الخواص، کتاب الاشتراک اللغوی والاستنباط المعنوی، کتاب الاشارہ الی علم العبارہ، کتاب القواعد والبیان، کتاب نصائح الذکری، کتاب

ریاض الذکریٰ، کتاب الحوذ الواقیہ والعوذ الراقیہ، کتاب الجرد والعواقب۔ کتاب مسالک الاذکار فی مسالک الافکار ان کی یادگار سے ہیں۔ ۵۶۵ھ میں وفات پائی۔

ابوبکر بن عقال صقلی محدث اساتذۂ حدیث میں شیخ ابوبکر محمد النعالی متوفی ۳۸۰ھ شیخ ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن احمد (۳۹۲ھ) تھے۔ ابوبکر صقلی ابوالقاسم کے معاصر تھے۔ ابو عبداللہ محمد بن عباس انصاری نے ان سے علم حدیث حاصل کیا۔

ابوبکر محمد بن علی بن حسن بن عبدالبر تمیمی لغوی علم حدیث کے لیے مصر وغیرہ کا سفر کیا، ابوذر عبد بن احمد ہروی صالح بن رشدین مصری وغیرہ سے علم حدیث کی تحصیل کی، وطن لوٹ کر درس جاری کیا، ابن القطاع کے ارشد تلامذہ سے تھے۔ ۴۶۰ھ تک بقید حیات تھے۔[1]

ابوبکر عتیق بن علی بن داؤد سمنطاری۔ عالمِ اسلامی کی سیاحت کی، علمِ حدیث سے شغف تھا، علماء اور صوفیہ کی صحبتیں اٹھائیں، واپسی پر تصنیف و تالیف کا شغل اختیار کیا، فقہ و حدیث میں عمدہ تالیفات کیں۔ ۲۲۔ ربیع الآخر ۴۶۴ھ میں وصال ہوا۔

ابوبکر بن محمد سابق مکہ گئے ایک محدثہ کریمہ بنت احمد مروزی سے بھی حدیث کی تحصیل کی پھر اندلس گئے، غرناطہ میں اقامت اختیار کرکے وہاں درس جاری کیا۔ ابوبکر بن عطیہ اور ابوالحسن علی بن احمد مقری وغیرہ نے ان سے

---

[1] اخبار الحکماء، قفطی

علم حدیث حاصل کیا ۲۷۳ھ میں مصر میں انتقال کیا۔ امام مالک کی موطا کی شرح المسالک کے نام سے ان کی یادگار ہے

ابوبکر محمد بن ابراہیم بن موسیٰ تمیمی حدیث کی تحصیل کے لیے عراق کا سفر کیا۔ عبداللہ بن محمد مبارکی اور حفص بن عمر سے تلمذ اختیار کیا۔ تلامذہ ابو علی حسین اور ابوالحسن القفنی اور تصوف شیخ الطائفہ جنید بغدادی اور شیخ ابوالحسن نوری سے حاصل کیا۔ تاریخ وفات معلوم نہ ہو سکی۔

ابوبکر صقلی فرضی مالکی شیخ الحدیث تھے، قابسی ان کے شیخ الحدیث ہیں سمنطاری اور ابن یونس متوفی ۴۵۱ھ تلامذہ سے ہیں۔ اس کے علاوہ علم فرائض میں بڑا درک رکھتے تھے۔

ابوبکر ابن العباس۔ علوم کی تحصیل ابو محمد بن ابی زید سے کی صقلیہ کے فقیہ اعظم تھے، ان کے شاگرد فقہ میں ابوبکر بن یونس متوفی ۴۵۱ھ تھے۔

ابوبکر بن محمد بن حسن بن علی ربعی فقہائے قریہ جرجنت سے تھے۔ فن فقہ علمائے عصر سے تحصیل کر کے افریقہ گئے، اسکندریہ میں قیام کیا وہیں ۵۳۰ھ میں انتقال کیا۔

ابوبکر محمد بن احمد بن ابراہیم المعلم صوفی شیخ ابو یونس نصیر المتعبد (۳۰۴ھ) کے حلقہ کے تھے تمام عمر عبادت اور مجاہدہ میں گزار دی۔

ابوبکر احمد بن محمد بن ابی یحییٰ قرشی المتعبد کے لقب سے ملقب تھے شیخ ابو ہارون اندلسی سے فیوض حاصل کیے۔ زیادہ حال ان کا نہ میسر آیا۔

لہ ریاض النفوس ص ۱۸۸۔

ابوالحسن علی بن مفرج بن عبدالرحمٰن وطن سے حجاز گئے مکہ معظمہ میں قیام پذیر ہوئے حکومت نے عہدۂ قضا پر ممتاز کیا، اس کے ساتھ شغل درس و تدریس تھا۔ محمد بن ابی سعید اسفرائنی اور حافظ ابوذر عبد بن احمد مالکی ان کے شیوخ حدیث اور ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن عبدالوارث شیرازی وغیرہ تلامذہ سے تھے۔ ان کی وفات ۴۶۲ھ میں ہوئی۔

ابوالحسن احمد بن عبدالرحمٰن ابن الحصائری۔ کبار فقہا میں شمار تھا حدیث میں بھی درک تھا۔ ابومحمد بن ابی زید و ابوالحسن بن بکرون سے تلمذ تھا۔ اصحاب درس سے تھے ۴۵۱ھ تک زندہ رہے۔

ابوالحسن علی شیخ بن حمزہ صقلی۔ شیخ ابوطاہر محمد بن علی بن محمد شافعی بغدادی سے تلمذ تھا تصوف سے لگاؤ تھا ۴۴۰ھ میں اندلس گئے اور وہیں سپرد خاک ہوئے۔

ابوالحسن علی بن محمد بن علی معروف بابن الخیاط ربعی ممتاز شعراء میں سے تھا، دولت کلبیہ کا درباری شاعر تھا اکثر والیان صقلیہ کی شان میں قصیدے لکھے تاج الدولہ اس کا بڑا قدردان تھا۔ تائید الدولہ کی شان میں جو قصیدہ لکھا اس کا یہ شعر نمونہ کے طور سے پیش ہے۔

لا تفرحن ولا تحزن لنائبۃ ۔ فعلیك بالخیر او بالشر لم یدم۔

کسی پیش آنے والی بات پر نہ خوش ہو نہ رنجیدہ کیونکہ بھلائی یا برائی ہمیشہ باقی نہ رہیگی[1]

ابوالحسن علی بن عبدالرحمٰن ابن ابی البشار بلنوبی (بلنونہ) علم نحو وعروض

---

[1] تاریخ صقلیہ ج ۲ ص ۳۱۸۔

کا عالم تھا، اصنافِ ادب پر کامل عبور تھا، صقلیہ سے اسکندریہ چلا گیا۔
جہاں امامِ نحو مشہور ہوا، شاعری میں بھی اس کی شہرت تھی عمر بن نعیش
اس کا شاگرد تھا، ۵۱۳ھ تک زندہ تھا۔ خزیمی نے اس کا مجموعۂ اشعار مرتب
کیا۔
ابوالحسن علی بن حسن بن حبیب لغوی علمائے لغت و ادب سے تھا، یاقوت
نے معجم الادبا میں اشعار نقل کیے ہیں
ابوالحسین بن حبان مہدوی بہ نارمنوں کے عہد کا شاعر تھا۔ اس کا
ایک شعر ہے:۔

متطلع لذوی السری من کاسہ ❊ نجم یکون الی الصباح دلیلا

(اس کے جام سے رات کے مسافر کے لیے ایسا ستارہ طلوع ہوا جو صبح کی دلیل تھا)
ابوحفص صقلی۔ ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن محمد لوانی معروف بہ جزتی۔
شیوخ حدیث میں سے ہیں آپ کے ذریعہ صقلیہ میں حدیث کی اشاعت
ہوئی[1]
ابوحفص عمر بن خلف بن مکی شیخ الحدیث تھے فن لغت میں تبحر کا درجہ
رکھتے تھے ۴۶۲ھ میں ٹیونس چلے گئے اور محکمہ قضا ان کی سپردگی میں ہوا
اور امامِ جمعہ بھی تھے، وہیں آپ کا وصال ہوا۔
ابوالعباس قلوری محمد بن عمرو بن عباس اکابر محدثین میں شمار کیے گئے،
یہ تحصیل علم کے لیے بصرہ آئے، امام حدیث علی بن مدائنی کے جوار میں اقامت

[1] ترتیب المدارک ج ا ص ۳۸۰۔

اختیار کی یعقوب بن اسحاق غزنی سعید بن عاجز ضبعی محدثین سے حدیث حاصل کی۔ ان کے تلامذہ میں امام ابوداؤد مورخ محمد بن جریر طبری، ابوبکر بزاز۔ ابوبکر بن صدقہ، سعید بن عبداللہ حرانی، محمد بن محمد بن سلیمان باغندی محمد بن عباس، ابن احزم، ابوعروبہ، ابن صاعد سے جلیل القدر محدثین تھے۔

ابولیث صقلی مہندسین میں صاحب کمال تھا۔ وطن سے اندلس چلا گیا، اشبیلہ پہنچا یہاں کی جامع اس کی زیر نگرانی تعمیر ہوئی اس عمارت کی تعریف اسکاٹ بھی کرتا ہے[1]

ابوالقاسم عتیق محمد بن حکیم تمیمی محدثین میں شمار تھا تصوف میں غلو رکھتے تھے، کتاب الانساب سمعانی میں ان کا ذکر ہے۔

ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن محمد بکر علمائے عصر میں ممتاز سمجھے جاتے تھے علم حدیث وفقہ میں درک حاصل تھا۔ قیروان کا سفر کیا ابوالحسن علی بن محمد بن مسرور دباغ، حبیب بن نصر جزری وغیرہ سے حدیث کی تحصیل کی پھر مصر گئے۔ ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابراہیم بلخی، ابن زکریا رازی ہاشمی سے احادیث کی سماعت کی ۳۵۰ھ میں مکہ معظمہ پہنچے۔ ۳۶۰ھ سے پہلے ان کی وفات ہوئی۔

ابوالقاسم صقلی علمائے عصر سے علوم کی تحصیل کی قیروان جاکر درس حدیث کا سلسلہ جاری کیا، ابوعبداللہ محمد بن عباس انصاری متوفی ۴۴۲ھ اور ابواصبغ بن موسیٰ ان کے ارشد تلامذہ سے تھے۔

---

[1] اخبار الاندلس ج ۲ ص ۲۷۳

ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن محمد لواتی معروف بہ زجزفی ابن ابی الفرج مکی قاسم سرقوسی اور ابوالحفص صقلی جیسے اکابر حدیث سے حدیث کی تحصیل کی درس و تدریس شغل قرار دیا، عمر طبعی پاکر انتقال کیا۔

ابوالقاسم بن حداد۔ ابن الحکار کے معاصر تھے، فقہائے صقلیہ میں شمار تھا، اپنے معاصرین میں توقیر و منزلت سے دیکھے جاتے صاحبِ فتویٰ تھے۔ان کی فقہی تالیف کا پتہ نہ چلا اور تاریخ وفات معلوم نہ ہوسکی۔

اسمٰعیل بن خلف صقلی کا نام ابوطاہر اسمٰعیل بن خلف بن سعید بن عمران ہے۔ تذکرہ نویس ابن خلکان ان کے متعلق لکھتا ہے کان اماماً فی علوم الادب و متقنا لفن القرأت" دینی علوم کی تحصیل کے لیے مصر گئے، مفسر قرآن علی بن ابراہیم الحوفی سے تلمذ اختیار کیا۔ پھر وطن لوٹ کر درس و تدریس میں لگ گئے، مگر آخر میں اندلس گئے پھر مصر گئے اور وہیں ۴۵۵ھ میں انتقال کیا۔ کتاب العنوان فی القرأت، کتاب الاکتفا فی القرأۃ، کتاب اعراب القرآن وغیرہ۔ یہ کتابیں یادگار رہے ہیں۔

ابوالفتح زیان صقلیہ کا رہنے والا تھا۔ علم ہندسہ کا ماہر تھا ۳۲۵ھ میں والی طرابلس کے پاس چلا گیا جہاں طرابلس الغرب کی فصیل اس کی زیرِ نگرانی تعمیر ہوئی۔

ابوعبداللہ محمد بن عیسیٰ الصقلی الفقیہ کے متعلق قفطی متوفی ۶۴۶ھ لکھتا ہے۔ "صقلیہ کے ارباب علم میں تھے علوم ہندسہ و نجوم میں ماہر تھے"[1]

---

[1] اخبار العلماء باخبار الحکماء ص ۱۸۹۔

ابوالفضل بن احمد وابق علم ہندسہ کا ماہر تھا، اپنے فضل وکمال سے عہدۂ وزارت پر سرفراز ہوا۔

قاضی اسد بن فرات شہید۔ قاضی اسد کی کنیت ابو عبداللہ تھی، والد کا نام فرات تھا، دادا سنان کے نام سے مخاطب تھے، ان کا خاندان بنو سلم بن قیس کے آزاد کردہ غلاموں میں سے تھا۔ آبائی وطن نیشاپور تھا، فرات ترکِ وطن کر کے حران آئے یہیں قاضی اسد ۱۴۲ھ میں پیدا ہوئے، آبائی پیشہ سپہ گری تھا۔ فرات ۱۴۴ھ میں محمد بن اشعث کی فوج کے ساتھ افریقہ آئے، قیروان میں اقامت اختیار کی۔ پھر یہ گھرانہ ٹیونس چلا گیا، وہاں اسد نے علومِ عربیہ کی تحصیل شروع کی، علی ابن زیاد سے علمِ حدیث وفنِ فقہ حاصل کیا اور موطا امام مالک ان ہی سے پڑھی، ۱۷۲ھ میں مدینہ پہنچ کر امام مالک کے حلقۂ درس میں شریک ہوئے اور موطا پڑھ کر عراق گئے، امام ابو یوسف اور امام محمد بن حسن شیبانی اور اسد بن عمرو کے حلقۂ درس میں شریک ہوئے، امام محمد ان کے ساتھ خصوصیت برتتے تھے، ان کی سفارش سے ولی عہد امین الرشید تک رسائی ہوئی اور اس نے اسد کو زاد راہ قیران کے سفر کرنے کے لیے عطا فرمایا مصر روانہ ہو گئے۔ عبدالرحمٰن بن قاسم کی فیوض سے مستفید ہوئے اور اسدیہ کی تدوین شروع کر دی، ابن قاسم سے روزانہ مسائل فقہ کے سوالات کرتے، جو جوابات دیتے اسد سوال وجواب دونوں کو بہ ترتیب لکھ لیتے۔ ابن قاسم اپنے جوابوں میں امام مالک کے فتاوی بیان کرتے

ان پر احادیث سے استدلال لاتے قیاس ورائے سے جوابات کی صحت کے ثبوت فراہم کرتے غرضکہ ساٹھ جزوں میں سوال و جواب مدوّن ہو گئے یہی کتاب فقہ مالکی کی سب سے پہلی ہے ۔ اسد ۱۸۱ھ میں مصر سے قیروان واپس آئے اور درس و تدریس کا آغاز کیا ۔ موطا اور اپنی تالیف اسدیہ کا درس دیتے ۔ صدہا علماء فیضیاب ہوئے ۔ امام سحنون اور اسد میں حجاب علمی تھی ، انہوں نے ترکیب سے اس کی نقل حاصل کی اور ابن قاسم سے مل کر کچھ مسائل میں صحت کرالی اور اس کو المدونۃ الکبریٰ کے نام سے شہرت دی ۔ ایک زمانہ تک اسد قیران کے عہدۂ قضاء پر ممتاز رہے پھر صقلیہ فتح کرنے تشریف لے گئے تفصیلی ذکر پہلے آچکا ہے ۲۱۲ھ میں قاضی اسد نے صقلیہ کو دارالاسلام بنانے کا فیصلہ کیا اور صقلیہ میں اسلامی حکومت کی داغ بیل ڈالی ۲۱۳ھ میں ایک معرکہ میں جام شہادت نوش فرمایا[۱]

امام مازری ۔ ابو عبداللہ محمد بن علی بن عمر تمیمی معروف بہ امام مازری ، صقلیہ کے شہر مازر میں ان کا خاندان مقیم تھا یہیں پیدا ہوئے اور ابتدائی تعلیم و تربیت یہیں ہوئی علوم کی تکمیل کے لیے مہدیہ (افریقہ) گئے ۔ ابو محمد بن عبدالحمید سوسی اور علامہ لخمی سے علوم کی تحصیل کی ، ابن خلکان لکھتا ہے "یہ ان اکابرین میں ہیں جن کی طرف حدیث کے حافظہ اور علم کلام میں ماہر ہونے کی وجہ سے انگلیاں اٹھائی جاتی تھیں[۲] ..... وہ ارباب

---

[۱] معالم الایمان جلد ۲ ص ۲ تا ۱۳ و دیباج المذہب ص ۹۸ ۔ احسن التقاسیم مقدسی ص ۲۳۵ ۔

[۲] ابن خلکان ج ۲ ص ۲۱۶ ۔

فضل ہیں سے تھے مختلف علوم میں دستگاہ رکھتے تھے۔ امام کی بہ کثرت بلند پایہ کتابیں مختلف علوم میں ہیں مسلم کی شرح کتاب المعلم ان کی مشہور ہے۔ دوسری تعلیقات بر روایت جوزقی ہے۔

المعلم کے شائع ہوتے ہی قاضی عیاض صاحب شفا متوفی ۵۴۴ھ نے امام سے اس کی روایت بالاجازہ کی سند منگائی، ان کے علاوہ اور حضرات نے بھی شرح لکھی ہیں ان کا مفصل حال تاریخ صقلیہ جلد دوم میں ہے۔ محمد بن تومرت مہدی آپ سے شرف تلمذ رکھتا تھا۔ ۲۔ ربیع الاول ۵۳۶ھ میں وفات پائی۔

ابو محمد عبدالکریم صقلی۔ علم ہندسہ کا بڑا ماہر تھا۔ مصر پہنچا۔ مصر کے وزیر المامون متوفی ۵۱۹ھ قاہرہ میں رصدگاہ تعمیر کر رہا تھا، دیگر مہندسین کے ساتھ یہ بھی شریک کیا گیا۔ مگر الامر باحکام اللہ فاطمی نے یہ سلسلہ مامون کے مرنے کے بعد ختم کرا دیا۔[۱]

ابو محمد صاحب الخمیس۔ ان کا شمار محدثین میں ہے، اصول فقہ و فرائض کے بڑے ماہر تھے۔ قاضی عیاض کا بیان ہے "یہ فقیہ متکلم، اصولی فاضل اور اپنے وطن میں شہرت رکھتے تھے"۔ بقیہ زندگی کے حالات پردۂ خفا میں ہیں۔

ابو محمد عبدالجلیل بن مخلوف محدثین صقلیہ سے تھے۔ ان کے شیخ حدیث عبدالملک بن حسن صقلی اور شاگردوں میں شیخ ابو محمد عبدالقادر قروی مشہور

---

[۱] خطط المصر مقریزی جلد ۱ ص ۲۰۶۔

ہیں۔ درس تدریس شغل تھا۔ ۴۵۹ھ میں فوت ہوئے۔

ابو محمد بن محمد صقلی کنیت ابوبکر تھی۔ پورا نام محمد بن محمد بن ابی الفضل مغیث بن عبدالرحمٰن بن مجاہد تھا۔ علم حدیث اور فقہ کے بڑے عالم تھے، بدع فی الفقہ کہے جاتے تھے۔ صقلیہ میں آپ کے ذریعہ حدیث و فقہ کی بڑی اشاعت ہوئی۔ تاریخ وفات کا پتہ نہ چلا۔

ابو محمد بن صمنہ۔ صقلیہ کے مشہور شاعر تھے اور فقہ میں ید طولیٰ تھا۔ ہمعصر شعرا سے چشمک رہتی تھی۔ فقیہ عیسیٰ بن عبدالمنعم سے شاعرانہ نوک جھونک رہتی، ابن صمنہ نظم کا جواب نظم میں دیتے۔ آپ کے علم و فضل کے علمائے معاصرین معترف تھے۔ تاریخ وفات معلوم نہ ہو سکی۔

ابو محمد عبداللہ بن مبارک شیوخ وقت سے تھے، علم و فضل کے ساتھ تصوف سے دلی لگاؤ تھا، عابد و زاہد، قائم اللیل و صائم النہار مشہور تھے، رشد و ہدایت آپ کا مشغلہ تھا۔ آپ کی صحبت میں اصحاب حال و قال شریک ہوا کرتے۔

ابو محمد عمار بن منصور کلبی۔ صقلیہ کے وُلاۃ کلبیہ کے خاندان سے امیر کبیر تھے مختلف علوم کے ماہر شعر گوئی میں صاحب کمال تھے۔

تقول لقد رأیت رجال نجد ❊ وما ابصرت مثلك من یمان

ابو محمد عبدالمعطی بن محمد۔ وطن سرقوسہ تھا علمائے عصر سے اکتساب علم کیا۔ علوم معقول بالخصوص منطق میں دستگاہ رکھتے تھے۔ فن منطق میں ان کے کثیر التعداد شاگرد تھے۔ صقلیہ میں معقولات کی ترویج آپ کی ذات

سے ہوئی۔

ابو محمد عبداللہ بن محمد تنوخی معروف یا بن قاضی میلہ باکمال شاعر تھے، ثقۃ الدولہ کے دربار سے وابستہ تھے ابن خلکان نے ثقۃ الدولہ کی شان میں جو قصیدہ ان کا ہے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔ فصیح و بلیغ کلام ہے۔

ابو محمد عبد السلام بن ابراہیم اصلی وطن صقلیہ تھا، ان کے بزرگ مراکش میں مقیم ہو گئے۔ والی ابو الفارس عبد العزیز بن ابوالحسن کے دربار سے یہ منسلک تھے دیگر علوم کے ساتھ فنِ طب میں بڑی شہرت تھی۔ فنِ جراحت میں ان کا ایک رسالہ ہے۔ ۵۔ جمادی الاولی ۷۲۲ھ میں وفات پائی

ابو عبداللہ محمد بن عیسیٰ بن عبد المنعم مہندس شعر و شاعری سے ذوق رکھتا تھا، انشاء پردازی کی شہرت تھی۔ امرائے صقلیہ کی عمارات کی تعمیر میں آپ کی کارفرمائی کو دخل ہے۔

حجۃ الدین ابن ظفر۔ ابو عبداللہ محمد بن ابی محمد بن ظفر صقلی۔ علوم قرآن و ادب میں امتیاز رکھتے تھے۔ حجۃ الدین لقب تھا۔ اسلاف مکہ معظمہ کے رہنے والے تھے۔ ۵۶۵ھ میں حماۃ میں وفات پائی۔ التعبیر الکبیر۔ کتاب ینبوع الحیات فی تفسیر الذکر الحکیم وغیرہ کثیر التعداد کتب یادگار رہے ہیں۔

خلف بن عبداللہ صقلوی۔ چھٹی صدی کے علماء میں سے ہیں درس تدریس شغل تھا، شمالی افریقہ میں مزار ہے۔ سال وفات ۵۲۲ھ ہے۔ علم نحو میں ان کی شہرت ہے۔

دعامہ بن محمد۔ علمائے عصر سے علوم کی تحصیل کی، امام سحنون کے ارشد

تلامذہ سے تھے۔ افریقہ کے فقہاء میں شمار تھا، اغالبہ کے دورِ حکومت میں صقلیہ کے عہدۂ قضا پر سرفراز ہوئے، داد و انصاف کی شہرت تھی، عبادت گذار تھے ۲۹۷ھ میں وطن میں واصل بحق ہوئے۔[1]

قاضی رشید بن احمد قاسم۔ وطن اصلی صقلیہ تھا۔ علمائے عصر سے علوم کا اکتساب کیا۔ افضل کے زمانہ میں قاضی القضاۃ کے عہدہ پر سرفراز تھے۔ انہیں شعر و سخن سے دلی لگاؤ تھا۔ فی البدیہہ کہنے کا ملکہ رکھتے تھے۔ افضل کے دربار سے تعلق تھا۔ تاریخ وفات معلوم نہ ہوئی۔

سعید بن فتحون بن مکرم قرطبہ کا رہنے والا تھا۔ منصور عامری کے عتاب میں آگیا۔ کچھ عرصہ قید میں رہ کر صقلیہ چلا آیا۔ علوم لسانیہ میں ید طولیٰ رکھتا تھا۔ علم عروض میں مختصر و مطول کتابیں تصنیف سے ہیں۔ صقلیہ ہی میں انتقال کیا۔

شرف الدین صقلی۔ ابو عبداللہ کنیت محمد بن ابی بکر عبدالرزاق شرف الدین نام تھا، ۶۳۱ھ میں پیدا ہوئے، علوم قرآن کی تحصیل الکمال ابوالحسن علی بن شجاع العباسی، المعین ابوالعباس احمد بن ابی الفضائل جعفر بن محمد بن عبدالحق المالکی سے مصر میں کی بیشتر وقت درس و تدریس میں گزرا، نورالدین علی ان کے تلامذہ میں سے تھے۔ فنِ قرأت کے ماہر تھے، تمام عمر زہد و تقویٰ میں گزار دی مستجاب الدعواۃ تھے۔ آخر عمر میں قاہرہ چلے گئے تھے وہیں وصال ہوا۔

---

[1] تاریخ مغرب ابن عذاری ص ۲۲۲۔

شریف ادریسی ۔ ابو عبداللہ محمد بن محمد بن عبداللہ معروف بہ شریف، افریقہ کے سادات کے شاہی خاندانِ ادریسی سے تعلق تھا۔ ۴۹۳ھ میں سبتہ میں پیدا ہوئے قرطبہ جاکر علوم کی تحصیل کی۔ ادب اور علومِ عقلیہ میں کامل دستگاہ رکھتے تھے، پھر سیاحت پر کمر باندھی۔ ان کی علمی شہرت دور دور تک پہنچ رہی تھی۔ راجر دوم نے صقلیہ مدعو کیا۔ یہ وہاں پہنچے راجر نے بڑی تعظیم و توقیر کی اور ان سے فرمائش کی کہ ایک کرہ ایسا تیار کر دیں کہ زمین کی ہیئت و صورت کا صحیح اندازہ ہو سکے اور چار لاکھ درہم وزن کی ایک نقرئی اینٹ ان کے حوالہ کی۔

ادریسی نے قدیم اصول ہیئت کے مطابق آسمان کی شکل کے چند دائرے چاندی کے بنائے اور انھیں طبق در طبق پیوست کر کے کرہ کی شکل میں تیار کرایا جو مختلف طبق افلاک کے مثل تھے۔ پھر زمین کے لیے ایک دوسرا مدوّر کرہ تیار کیا۔ اس کے بعد آسمان کے دوائر میں مختلف افلاک ستارے اور سیارے دکھائے گئے اور زمین کے عظیم الشان سانچہ پر دنیا کے تمام شہروں، پہاڑوں، سمندروں، دریاؤں، وادیوں، اور ان کے نشیب و فراز کی تصویر اتاری گئی۔ اس کا قطر تقریباً چھ فٹ اور وزن تقریباً ساڑھے پانچ من تھا۔[1]

راجر نے ادریسی کو بہت کچھ انعام و اکرام سے نوازا۔ اس کے بعد مستقل طور سے ادریسی صقلیہ میں رہنے لگے۔ پھر راجر کے کہنے سے ایک

---

[1] تاریخ صقلیہ جلد ۲ صفحہ ۳۹۴۔

صاحبِ علم جغرافیہ دانوں اور مصوروں کی جماعت لے کر سیاحت کے لیے روانہ ہوئے مشرق و مغرب، شمال و جنوب کی سیر کی، مقامات کی تفصیل لکھی، اہم عمارات وغیرہ کی تصاویر بنوائیں۔ پندرہ برس میں یہ علمی سفر طے کر کے صقلیہ لوٹے۔ انہی جغرافی معلومات سے "نزہۃ المشتاق فی اختراق الآفاق" کتاب لکھ کر راجر دوم کے نام معنون کی۔[۱]

اس کتاب کے بعد روض الانس و نزہۃ النفس یا کتاب الممالک و المسالک لکھی۔[۲]

صقلیہ میں ۵۶۰ھ میں ادریسی نے وفات پائی اور وہیں سپردِ خاک ہوئے۔

شہاب الدین بن عبدالحق۔ معاصر علماء سے اکتسابِ علم کیا، بالخصوص علم نحو میں مشہور تھے۔[۳] شغل درس و تدریس تھا۔

طاہر بن محمد بن رقبانی اسلامی عہد میں ان کے ادب کی شہرت تھی علم لغت کے ماہر تھے، ان کی شعر و شاعری کی عام شہرت تھی اہلِ علم دور و نزدیک سے آکر استفادۂ علمی کیا کرتے۔ قفطی نے اپنی کتاب میں ان کا ذکر کیا ہے۔

عبدالرحمٰن بن محمد بثیری۔ صقلیہ کے شہر بثیر کے رہنے والے تھے۔ علومِ قرآن میں دستگاہ کامل رکھتے تھے۔ علمائے معاصرین میں قدر و منزلت سے دیکھے جاتے تھے۔ کچھ عرصہ درس تفسیر بھی دیا۔ ان کی وفات کی تاریخ معلوم

---

[۱] اخبار الاندلس جلد ۲ صفحہ ۰، وغیرہ [۲] انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ترجمہ ادریسی
[۳] عیون الانباء فی طبقات الاطباء جلد ۱ ص ۱۸۹۔

نہ ہوسکی۔

عبداللہ بن حمدون کلبی۔ صقلیہ کے قدیم اہلِ علم سے تھے۔ امام سحنون کے شاگرد تھے انہی سے حدیثیں روایت کیں۔ ان کا مذہب مالکی تھا۔ ۳۰۷ھ میں فوت ہوئے۔

عبدالرحمٰن بن رمضان۔ صقلیہ کے قاضیوں کے خاندان سے تھے ذی علم شعراء میں شمار تھا۔ راجر دوم کے دربار سے تعلق تھا۔ قصیدہ گوئی ان کا مشغلہ تھا۔ آخر ش صقلیہ کی خاک کے سپرد ہوئے۔

عثمان بن علی بن عمر خزرجی انصاری السرقوسی۔ ابن فحام اور ابن بلیمہ سے قرآن مجید پڑھا، پھر مصر گئے، مسجد جامع عمرو بن العاص میں وسیع حلقہ درس قائم کیا، اس کے ساتھ علماء مصر سے استفادۂ علمی کیا، حافظ سلفی ہمعصر تھے۔ ابو محمد بن بر النحوی اور ابو البقی صالح بن عادی العذری الانماطی تلامذہ سے تھے۔ کتاب مخارج الحروف یادگار سے ہے۔ تاریخِ وفات کا پتہ نہ لگا۔

عمر بن خلف بن مکی۔ ابو حفص کنیت تھی، فقہائے صقلیہ سے تھے۔ فنِ انشا و خطابت میں ملکہ تھا۔ تیونس کے عہدۂ قضاۃ پر فائض رہے، شاعری سے بھی ذوق تھا۔ فنِ لغت میں ان کی کتاب تثقیف اللسان ہے[1]

عمر بن علی بن عمر سرقوسی کو علمِ نحو و لغت میں بڑی مہارت تھی۔ صاحبِ تالیفات ہیں۔

---

[1] کشف الظنون جلد ۲ ص ۲۸۔

عمر بن صقلی۔ قیروان میں عمر گزاری۔ علمِ ادب کا ماہر تھا، ابوالفضل یوسف معروف بابن نحوی کا ہمعصر تھا۔ زیادہ حالات معلوم نہ ہو سکے۔

علی بن عبدالرحمٰن کو علم نحو و عروض میں کمال حاصل تھا۔ اصنافِ ادب و شعروِ شاعری سے بھی مناسبت رکھتا تھا، آخر عمر میں صقلیہ سے اسکندریہ چلا گیا، وہیں پیوندِ خاک ہوا۔

فخرالدین محمد بن محمد کنیت شیخ ابوعبداللہ تھی۔ شافعی مذہب رکھتے تھے علمِ فقہ کی تحصیل شیخ قطب الدین سنیاطی سے کی۔ زہد و ورع اور صلاح و تقویٰ میں شہرت رکھتے تھے۔ دمیاط (مصر) کے عہدۂ قضا پر مامور تھے، کچھ عرصہ مصر کے قائم مقام والی رہے التنجیز فی تصحیح التفجیر آپ کی یادگار ہے۔ ۱۰ ذیقعدہ ۷۲۶ھ کو مصر میں وفات پائی۔[۱]

قاسم سرقوسی۔ قدیم محدثین میں شمار ہے۔ ان کے تلامذہ میں ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن محمد لواتی معروف بہ جزقی کا نام تذکروں میں آتا ہے اور حال معلوم نہ ہو سکا۔

قاضی ابوعمرو میمون کا نام صقلیہ کے محدثین میں آتا ہے، ابومصعب زہری اور امام سحنون کی روایات ان کے واسطے سے صقلیہ پہنچیں، ابوالعرب ان کے تلامذہ سے تھے۔

قرشی صقلی۔ ابوالعرب مصعب بن محمد بن ابوالفرات قرشی صقلیہ کا نامور صاحبِ دیوان شاعر تھا۔ ۴۲۳ھ میں بلرم میں پیدا ہوا۔ علمائے عصر کے

---

[۱] طبقات الشافعیہ سبکی جلد ۶ صفحہ ۱۳۱۔

سامنے زانوئے شاگردی طے کیا۔ شعرگوئی سے شوق تھا اس میں کمال حاصل کیا۔ صقلیہ سے باہر اندلس تک اس کے شعر وسخن کی شہرت تھی، امیر المعتمد فرمانروائے اشبیلیہ نے زادِ راہ بھیج کر مدعو کیا مگر وطن چھوڑنا گوارا نہ کیا۔ جب نارمن ظالموں کا تغلب و استیلا ہوا تو گھر بار چھوڑ کر اشبیلیہ پہنچا اور امیر المعتمد کے دامنِ دولت سے وابستہ ہو گیا۔ ۵۰۷ھ تک زندہ تھا۔ دیوان مصعب کے نام سے اس کے کلام کا مجموعہ ہے[1]

محمد بن عبدون سوسی۔ مغرب کے نامور شعراء میں سے تھا۔ ثقۃ الدولہ کے عہد میں صقلیہ آیا اور ایک مدحیہ قصیدہ اس کی شان میں پیش کیا۔ اس نے قدردانی کی اور اپنے لڑکے تاج الدولہ کے مصاحبین میں داخل کیا۔ ابن عبدون ادبِ مجلسی سے واقف تھا۔ تاج الدولہ اس کی بڑی قدر ومنزلت کرتا تھا۔ جب وہ صاحبِ اقتدار ہوا تو اس کا بھی اعزاز بڑھا۔ صقلیہ میں ہی انتقال ہوا۔

محمد بن خراسان ابو عبداللہ محمد بن خراسان مقری کے لقب سے ملقب تھے۔ نشوونما صقلیہ میں ہوئی۔ علم کی تحصیل کی خاطر مصر گئے۔ وہاں امام المقرئین ابو جعفر النحاس متوفی ۳۳۸ھ اور ابن مظفر بن احمد بن حنبل بن ہمدان سے علوم قرآن اور حدیث کا درس لیا اور وطن واپس آکر درس و تدریس میں لگ گئے۔ چھہتر سال کی عمر میں ۳۸۶ھ میں فوت ہوئے[2]

---

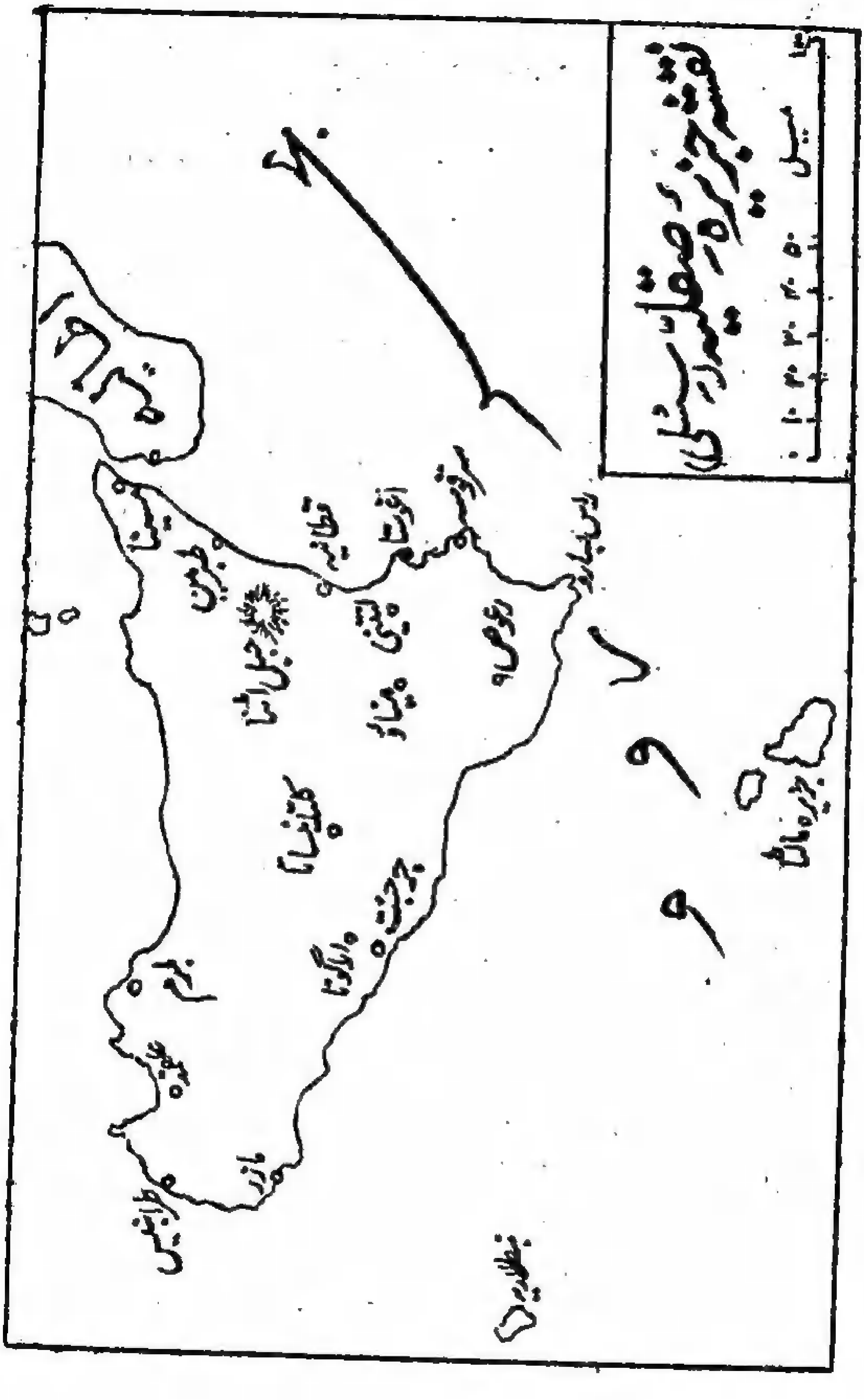
[1] تاریخ صقلیہ حصہ دوم۔

[2] احسن التقاسیم مقدسی۔ ص ۲۳۸

محمد بن علی ابوبکر محمد بن علی بن حسن بن عبدالبر محدث علم نحو و لغت میں عالی مرتبہ رکھتے تھے۔ ابن القطاع ان کا شاگرد تھا۔ باقی زندگی کے حالات پردۂ خفا میں ہیں۔

نصرون بن حسین خزری۔ تلمذ ابن القطاع سے تھا۔ علم لغت کے ماہر تھے۔ زیادہ حال ان کا میسر نہ آیا۔

ختم شد



تاریخِ اسلام کا مکمل کورس

تاریخ اسلام کا یہ مفید سلسلہ جو تاریخ ملت کے نام سے مشہور ہے اور مقبولِ عوام و خواص ہو چکا ہے مختلف خصوصیتوں کے لحاظ سے نہایت ہی ممتاز ہے، زبان کی سلاست، ترتیب کی دل نشینی اور جامعیت و اختصار اس کی ایسی خصوصیتیں ہیں جو آپ کو اس سلسلہ کی دوسری کتابوں میں نہیں ملینگی۔ خلفاء اور سلاطین کی شخصی زندگی کے سبق آموز واقعات کو اس میں اہتمام کے ساتھ اُجاگر کیا گیا ہے۔ اب تک اس کے نو حصے چھپ چکے ہیں۔

جلد اول: نبی عربی (مولفہ قاضی زین العابدین میرٹھی)	عہ/۸
جلد دوم: خلافت راشدہ " " " ")	ہے/۸
جلد سوم: خلافت بنی امیہ " " " "	ہے/۸
جلد چہارم: خلافت ہسپانیہ (مؤلفہ مفتی انتظام اللہ شہابی)	۶/
جلد پنجم: خلافت عباسیہ (حصہ اول) " " " "	ہے/۱۲
جلد ششم: خلافت عباسیہ (حصہ دوم) " " " "	ہے/۱۲
جلد ہفتم: تاریخ مصر " " " "	ہے/۹
جلد ہشتم: خلافت عثمانیہ " " " "	ہے/۴
جلد نہم: تاریخ صقلیہ (سسلی) " " " "	عہ/۱۲

نعتِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

ہندوستان کے مشہور و مقبول شاعر بہزاد لکھنوی کے نعتیہ کلام کا دلپذیر مجموعہ جسے مکتبۂ برہان نے تمام ظاہری دل آویزوں کے ساتھ بڑے اہتمام سے شائع کیا ہے۔ جن حضرات کو آل انڈیا ریڈیو سے ان نعتوں کے سُننے کا موقعہ ملا ہے وہ اس مجموعہ کی پاکیزگی اور لطافت کا اچھی طرح اندازہ کرسکتے ہیں۔ قیمت ۱۲ ؍

جدید بین الاقوامی سیاسی معلومات

"بین الاقوامی سیاسی معلومات" میں سیاسیات میں استعمال ہونے والی تمام اصطلاحوں، قوموں کے درمیان سیاسی معاہدوں، بین الاقوامی شخصیتوں اور تمام قوموں اور ملکوں کے سیاسی اور جغرافیائی حالات کو نہایت سہل اور دلچسپ انداز میں ایک جگہ جمع کردیا گیا ہے۔ یہ کتاب اسکولوں لائبریریوں اور اخباروں کے دفتروں میں رہنے کے لائق ہے۔ جلد اول جدید ایڈیشن جس میں سیکڑوں صفحات کا اضافہ کیا گیا ہے۔ قیمت مجلد ~~~~ ، آٹھ روپیے۔

(سلسلۂ ندوۃ المصنفین)

(۵۷)

تاریخ ملت

جلد نہم

تاریخِ صقلیہ

اسکولوں اور مدرسوں کے طلبا اور عام بچوں اور
بچیوں کے لیے صقلیہ کے عہدِ اسلامی کی تاریخ

از

مفتی انتظام اللہ صاحب شہابی اکبرآبادی

ندوۃ المصنفین اردو بازار جامع مسجد
دہلی